ا ے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماھنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

شوال ۱۴۱۲ھ
اپریل ۱۹۹۲ء

جلد ۲۷
شمارہ ۷

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون : عبدالقیوم حقانی

مُدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۲۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۵۰ روپے فی پرچہ -/۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

{ جہادِ افغانستان کا آخری نتیجہ خیز مگر دشوار ترین مرحلہ
دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق کی بھرپور مساعی }

بحمد اللہ جہاد افغانستان گذشتہ تیرہ سال کی تاریخ ساز جدوجہد، ۱۵ لاکھ سے زائد مجاہدین کی شہادت، لاکھوں مہاجرین کی مہاجرت و مسافرت، لاکھوں کی معذوری و مفقودیت اور بے مثال و عظیم قربانیوں اور مسلسل جہاد و عزیمت استقامت کے بعد اب اپنے آخری نتیجہ خیز حساس اور دشوار ترین مرحلہ میں داخل ہو گیا ہے، لاکھوں مجاہدین کا قاتل، جبر و استبداد اور روسی جارحیت کی علامت، بے رحم اور سفاک نجیب اللہ اقتدار سے الگ ہونے کے بعد اپنے لیے جائے پناہ کی تلاش میں بے قرار ہے کابل انتظامیہ کے نئے قائم مقام صدر عبدالرحیم ہاتف نے اقتدار مجاہدین کے سپرد کر دینے کا اعلان کر دیا ہے جبکہ عملاً سوائے دارالحکومت کے افغانستان کے تمام صوبوں پر مجاہدین کا تسلط ہے تاہم بحالات موجودہ اقتدار کی منتقلی کا تاہنوز کوئی متبادل انتظام ابھی تک نہیں کیا جا سکا اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے خصوصی ایلچی بینن سیون، امریکی و برطانوی نمائندے اور نشریاتی ادارے اور بھارتی اسرائیلی اور یہودی ایجنٹ اور آلہ کار قوتیں اس نازک اور انقلابی موڑ پر مجاہدین میں باہمی پھوٹ، بے اعتمادی، تفریق و انتشار لسانی و جماعتی تعصبات اور خانہ جنگی پیدا کر کے مستقبل کے مستحکم اور مضبوط اسلامی افغانستان کو تقسیم کرنے کی مذموم منصوبہ بندی کی سازش میں مصروف کار ہیں۔

مگر الحمد للہ، افغان قیادت کے ذمہ دار افراد سمیت پاکستان کی دینی سیاسی جماعتیں بالخصوص جمعیۃ علماء اسلام اور مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے جہاد افغانستان میں بنیادی اور اہم رول کے پیش نظر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ بھی اپنی تمام تر مصروفیات اور مشاغل ترک کر کے افغان اتحاد، انتقال اقتدار کے انتظامی فارمولے اور مستقبل کے افغانستان کو باہمی خانہ جنگی اور تقسیم کے امریکی منصوبے کے ناکام کرنے میں خالص دینی اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے ۱۹ اپریل کو وزیر اعظم کی پشاور میں افغان رہنماؤں کے ساتھ ۷ گھنٹے کے طویل مذاکرات اور ۲۰ اپریل کو رابطہ عالم اسلام اور سعودی عرب وفد کے ارکان جناب شیخ محمد محمود صواف، شیخ عبداللہ الزائد، شیخ محمد بشیر، پر مشتمل قافلہ کی معیت میں دوبارہ افغان قیادت سے رابطہ اور بھرپور مساعی بحمد اللہ ثمر آور اور قومی و ملی اور افغان عوام کے مستقبل کے لحاظ سے مفید رہے ہیں اور اب افغان رہنماؤں

سمیت ملک بھر کے اکابر علماء ومشائخ کا اس سلسلہ میں ۲۶ اپریل کو اہم اجلاس اکوڑہ خٹک میں بلایا ہے جو داخل افغانستان
جاکر محاذ جنگ کے جرنیلوں اور افغان قیادت کے باہمی اتفاق کے لیے مزید کردار ادا کرے گا۔ خدا نہ کرے اگر
افغان مجاہدین نے اب بھی اتحاد نہ کیا، مولانا سمیع الحق سمیت سعودی عرب وفد اور علماء کی مساعی اور تجاویز
پر توجہ نہ دی گئی تو افغانستان کے مستقبل پہ بے یقینی اضطراب، بدامنی، خانہ جنگی اور کشت وخون کے سائے
وسیع اور مزید گہرے ہوتے چلے جائیں گے جس پر دشمن خوش اور امریکہ مطمئن ہوگا ہندوؤں اور یہودیوں کے ہاں
گھی کے چراغ جلیں گے جبکہ موجودہ صورت حال سے بھی پوری امت مسلمہ میں پریشانی اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

اس نازک وحساس مرحلہ، اور فیصلہ کن موڑ پہ جہاد اسلامی کے ثمرات کے حصول، امت مسلمہ کے مجموعی مفاد
افغانستان کی سلامتی واستحکام اور اسلامی انقلاب ونفاذ شریعت کا تقاضا ہے کہ افغان قیادت کے تمام رہنما اور
جماعتیں باہمی اعتماد واتحاد اور افہام وتفہیم سے اقتدار کو سنبھالنے اور اس کے اسلامی تشخص اور مستحکم مستقبل کو
محفوظ کرنے کے ٹھوس اقدامات کریں۔

الگ الگ اقتدار پر چڑھ دوڑنے، اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں میں اپنی اپنی حکومت کا اعلان کرنے، نسلی اور
حزبی فسادات کی آگ میں افغانستان کو جھونکنے اور دوسرا لبنان بنانے کے بجائے سمجھنے سمجھانے، افہام تفہیم سے
عدل وانصاف کے ساتھ سب کو اقتدار میں شریک کرنے کا اہتمام کریں، انتشار، بے اعتمادی، منازعت اور باہمی
تصادم سے بہر صورت بچیں۔ اگر خدانخواستہ حصول اقتدار کی خاطر اور ذاتی یا جماعتی یا لسانی بالادستی حاصل کرنے کی
خاطر افغان مجاہدین کی مختلف جماعتوں کے درمیان کوئی تصادم ہوگیا تو اس سے نہ صرف جہاد اسلامی اور اسلامی تاریخ
کی تفضیح ہوگی بلکہ یہ پوری امت کو جہاد اسلامی کے ثمرات سے محروم کر دینے کا باعث ہوگا۔

اس موقع پہ جہاد افغانستان کے تمام بہی خواہ ممالک بالخصوص حکومت پاکستان کا یہ اولین فرض بنتا ہے کہ وہ
کسی بھی امریکی یہودی اور اسرائیلی چالوں میں آکر اپنی تمام توانائیاں غلط رخ پہ صرف کیے بغیر اشتراک وانتقال اقتدار
کے کسی بھی منصفانہ فارمولا پہ مجاہدین کی تمام جماعتوں کو جمع کرنے کے لیے اپنے تمام اثر ورسوخ کو بھرپور طریقہ
سے استعمال کرے۔

جب یہ بھی واضح ہے کہ انتقال اقتدار کا موجودہ مرحلہ ایک عبوری مرحلہ ہے تو افغان مجاہدین کو بھی اسے
محض عبوری مرحلہ سمجھتے ہوئے انتظام کے مشترکہ نظام پہ اتفاق کر لینا چاہیے مستقل اقتدار اور نظام حکومت کے
لیے تو مناسب مدت کے بعد بہرحال انتخابات ہی ہونے ہوں گے۔

دار العلوم کے مہتمم حسب سابق مجاہدین کی تمام جماعتوں میں باہمی اتفاق رائے، افہام وتفہیم اور ایک
جامع فارمولہ پہ سب کو لانے کے لیے اپنی تمام ترکاوشیں جاری رکھے ہوئے ہیں اس موقع پہ ذرا سی لغزش

کوتاہی اور غفلت کا ارتکاب برسوں کی ساحل مراد کو دور کر سکتا ہے ؏ یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد
حکمت و تدبر، دانائی و دانشمندی اور امت مسلمہ کا مفاد مقدم ہو تو منزل قریب ہو سکتی ہے۔ بہرحال ایسے موقع پر جس کا
قدم بھی غلط سمت اٹھا تو اسے تاریخ معاف نہیں کرے گی ہمیں یقین ہے کہ صلاح الدین ایوبی اور محمد بن قاسم کا
کردار ادا کرنے والے کسی بھی رہنما کو میر جعفر اور میر صادق کی رذالتوں والے منصب اور سیاہ کردار اپنانے سے
اتنی ہی نفرت ہوگی جتنی کہ اس کو جہاد افغانستان سے محبت ہے۔ صورت حال ایسی بھی نہیں جیسے بی بی سی، وائس
آف امریکہ یہودی لابی یا مغربی تسلط کے زیر اثر نشریاتی اداروں اور پریس کے ذریعہ منظر عام پہ لائی جا رہی ہے۔ آخر
ایک ملحد، کافر اور جارح سوویت یونین کے خلاف آزادی، تحفظ، ملکی سالمیت حق خود ارادی اسلامی انقلاب
کے نام پہ شروع کیا جانے والا جہاد جو بہرصورت ثمر آور اور نتیجہ خیز رہا جس کے نتائج نے پوری دنیا کو ورطۂ حیرت
میں ڈال دیا اس کے تکمیلی مرحلہ میں اختلاف رائے اور باہمی مذاکرات بھی تو فطرت کا ناگزیر تقاضا ہے ہمیں یقین ہے
سنجیدہ افغان قیادت ۱۴ ، سالہ جہاد کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی آزادی و خود مختاری کو خانہ جنگی، برادر کشی اور
نسلی و لسانی منافرت اور تفرقات میں جھونک دینے والی ہر سازش کو ناکام بنا دیں گے۔ امتحان و آزمائش کی
اس نازک گھڑی میں ہم سب بارگاہ الوہیت میں جبین نیاز جھکا کر گڑگڑا کر الحاح و تضرع اور ابتہال کے
ساتھ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجاہدین افغانستان کو اس موقع پر ایسا فیصلہ کرنے کی توفیق دے جس سے جہاد اسلامی کے
ثمرات حاصل ہوں اور خدا تعالیٰ امریکہ و اقوام متحدہ سمیت کفر کی تمام علمبردار قوتوں کو اپنے مذموم مساعی اور ناپاک عزائم
میں ناکام کر دے۔ آمین

عبدالقیوم حقانی

۵

مولانا عبدالقیوم حقانی

جہاد افغانستان

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ

افغانستان کو دوسرا لبنان بنانے کا خطرناک منصوبہ ناکام ہوگا

جہاد افغانستان اپنے آخری، نتیجہ خیز اور نازک ترین مرحلہ میں داخل ہوچکا ہے نجیب اللہ راہ فرار اختیار کرچکے ہیں جنگی اہمیت کے متعدد علاقوں اور ہوائی اڈوں سمیت جلال آباد فتح ہوچکا ہے اور کابل کے گرد مجاہدین کا حصار مضبوط اور مستحکم ہوتا جارہا ہے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔

زمانہ خیر القرون سے صدیوں بعد اور پندرھویں صدی کے اس مادیت پرستی اور ہزار انتشار و اختلاف کے باوجود بھی، ٹوٹی پھوٹی باہمی بے اعتمادیوں اور نااتفاقیوں کے باوصف جہاد اسلامی نے سوویت یونین کو دنیا سے مٹا دیا۔

وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کو آزادی کی نعمت بخشی، جہاد کشمیر میں روح ڈالی فلسطین کے مجاہدین کے لیے نمونہ عمل قائم کیا، ہندوستان میں پستے ہوئے مسلمانوں کا ولولہ تازہ دیا۔ چین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے فتح و انقلاب کی راہ ہموار کی۔ دنیا نے انسانیت کو اسلام کی زندگی اور عظمت کا درس دیا۔

ہم جس دنیا میں زندگی بسر کررہے ہیں اس میں بعض مسائل حماقت سے پیدا ہوتے ہیں جو ذہانت سے حل کرلیے جاتے ہیں بعض مسائل غفلت اور کوتاہی سے پیدا ہوتے ہیں جو خصوصی توجہ اور دلچسپی سے حل ہوجاتے ہیں بعض مسائل طاقت کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف طاقت ہی کے ذریعہ حل ہوسکتے ہیں۔

فلسطین اور کشمیر کی طرح افغانستان کا مسئلہ بھی طاقت کا پیدا کردہ مسئلہ تھا جسے صرف طاقت ہی سے حل کیا جاسکتا تھا اگر کوئی پہلوان اکھاڑے میں آکر چیلنج کرے تو آپ اسے دلائل کے ذریعہ یا بلند پایہ وکلاء کی قانونی موشگافیوں سے یا قراردادوں سے زیر نہیں کرسکتے اسے طاقت ہی کے ذریعہ زیر کیا جاسکتا ہے۔

افغان مجاہدین نے عملی میدان میں اس کا ثبوت مہیا کردیا ہے وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں نے بھی اس راز کو پالیا فلسطینی بھی اسی فلسفہ کو سمجھ گئے اور کشمیریوں کے لیے بھی واحد راستہ یہی ہے۔ تاریخ کی شہادت اور اس کا فیصلہ یہ ہے کہ دنیا کی قسمت کو کمزور، بے وسیلہ، نہتے اور قلیل تعداد رکھنے والے صاحب عزیمت اور حوصلہ مند لوگوں نے سنوارا اور سپر پاور کے زعم میں مبتلا لوگوں نے بگاڑا اور تباہ کیا ہے ان سپر طاقتوں کا زوال ہمیشہ کمزور لوگوں کے

ہاتھوں سے ہوا ہے۔

ابابیل کی کنکریوں اور ابرہہ کے ہاتھیوں کی داستان پوری تاریخ انسانیت میں تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہے ازل سے طاقت کے دو تصور ایک دوسرے کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ ایک تصور کثرت تعداد، کثرت وسائل، لاؤ لشکر، وسعت زمین، اور قوت اقتدار پر مبنی ہے، دوسرا تصور موقف کی صداقت، عزم وحوصلے، صبر وایثار اور ایمان و یقین کی قوت و کامیابی پر مبنی ہے۔ ان میں سے پہلے کی شکست اور دوسرے کی فتح تاریخ کا اٹل اصول ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں کبھی کسی بڑی قوت کو زوال نہ آتا اور کمزوروں کو کبھی ابھرنا اور نجات پانا نصیب نہ ہوتا۔ نمرود فرعون، ہامان، شداد، کفار مکہ، قیصر و کسریٰ یزید، نوآبادیاتی دور کی قوتیں انگریز و لندیزی، پرتگالی، فرانسیسی جرمنی اور اب ہمارے دور کی سپر طاقتیں تباہ شدہ روس اور امریکہ سب پہلا تصور قوت رکھتی ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت محمدؐ حضرت حسینؓ، ٹیپو سلطان، شیخ الہند محمود الحسن اور افغان مجاہدین دوسرے تصور قوت سے وابستہ ہیں۔

ہماری آنکھوں کے سامنے الجزائریوں سے فرانس نے انڈونیشیوں سے ہالینڈ نے ملایا اور ہندوستان کے لوگوں سے انگریزوں نے اور اب افغانوں سے روس نے شکست کھائی ہے۔ تاریخ کی شہادت آپ کے سامنے ہے ان تمام متقابل قوتوں کا موازنہ کیجئے ایک اپنے دور کی سپر طاقت اور دوسری نہایت کمزور و نحیف، مگر مٹا کون ؟ اور ابھرا کون ؛ ــــــ بالآخر روس اپنے تمام تر وسعتوں، وسائل واسباب اور پروپیگنڈے کے باوجود حواس باختہ ہوکر افغانستان سے نکلنے پر نہ صرف مجبور ہوگیا بلکہ اپنا وجود بھی کھو بیٹھا لیکن یہ سب کچھ اس وقت ممکن ہوسکا جب ایک ہتی اور بے وسیلہ، لیکن پر عزم اور حوصلہ مند قوم نے اس سپر پاور کو للکارا اور اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جنگوں کے فیصلے اگر صرف اسلحہ کی کثرت فوجیوں کی تعداد وسائل کی فراوانی، رقبے کی وسعت اور اقتدار کی قوت ہی کے بل پر ہوتے تو پھر دشمن آپس میں ان چیزوں کی فہرستوں کا باہمی تبادلہ کرکے فتح وشکست کا فیصلہ کرلیا کرتے اور میدان جنگ میں برسر پیکار ہونے کی کبھی نوبت نہ آتی نہ الجزائر کے لوگ فرانس سے لڑتے نہ انڈونیشیا والے کرہالینڈ کے خلاف جنگ آزادی لڑنے کا حوصلہ ہوتا، نہ ٹیپو سلطان انگریزوں کی قوت قاہرہ کو للکارتے نہ شیخ الہند محمود حسن کو ریشمی رومال کی تحریک چلانے کی نوبت آتی نہ برصغیر کے مسلمان مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے برطانوی اقتدار کو چیلنج کرتے نہ آج فلسطین کے نہتے عوام اسرائیلی فوج سے پتھروں کے ساتھ لڑتے نہ افغانوں کو روسی اژدہے اور ایک عظیم سپر طاقت سے ٹکرا جانے کا خیال آتا نہ معرکہ بدر برپا ہوتا نہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں کبھی ختم ہوتیں مگر تاریخ کی شہادت کیا ہے ؛ صرف یہ کہ کفر و ظلم اور جبر واستبداد کی ہر بڑی طاقت کو اپنے چھوٹے سے بے وسیلہ مگر

جہاد اسلامی کے علمبردار حریف کے ہاتھوں شکست ہوئی اور زوال سے دوچار ہونا پڑا یہ کل کی بھی تاریخ تھی اور آج بھی اسے افغانوں نے دوبارہ دہرا دیا ہے ۔

ہم مسلم قومیت کے تصور پر یقین رکھتے ہیں اور اس کے حوالے سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمان جہاں جہاں مغلوب ہے وہاں مسلم دشمن طاقتوں سے نجات حاصل کرے اور آزادی سے ہمکنار ہو، کشمیر کا مسلمان بھارت سے آزادی حاصل کرے فلسطین کا مسلمان اسرائیل اور امریکہ کے تسلط سے آزاد ہو جس طرح کہ افغانستان کے مسلمان نے روس کے بیرونی تسلط اور پھر امریکی سیاسی پالیسی کی یلغار سے نجات حاصل کرلی ہے ۔

مسلم قومیت کا رشتہ وحدت ہی ہماری عافیت اور سلامتی کی مضبوط ضمانت بن سکتا ہے پاکستان کے ایک طرف اسلامی افغانستان دوسری طرف کشمیر کے آزاد اور پاکستان سے وابستہ مسلمانوں کی اضافی قوت موجود ہو اور اس کے ساتھ ہی آزاد ترکی کا سایۂ دوستی اور رشتہ۔ ایمان و اخوت ہمارا دست و بازو بنے یہ پورا مسلم بلاک موجود ہو تو بھارت یا امریکہ میں کس کو جرأت ہوگی کہ ہماری طرف بدنیتی سے آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے ۔

جہاد افغانستان کے نقد ثمرات کے نتیجہ میں بحمدللہ اسلام دو سپر طاقتوں کی چکی کے دو پاٹوں میں پھنسی اور پسی ہوئی دنیا کے درمیان ایک تیسری توانا قوت کی حیثیت سے اُبھر رہا ہے اور یہ اعزاز بھی اس خطے کو حاصل ہے کہ یہاں کے ایک پڑوسی مسلم ملک نے روس کو شکست دے کر نہ صرف اس کی طاقت کا طلسم توڑ دیا بلکہ دنیا کے وجود میں اس کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے ۔ یہی اُبھرتی ہوئی تیسری طاقت انشاءاللہ فلسطینی مسلمانوں، کشمیری مسلمانوں اور دنیا کی دوسری مظلوم اور مغلوب اقوام کو نجات دلائے گی ۔

بہرحال اور اب وہ دن دور نہیں جب کابل پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا جائے گا ملکی سالمیت، امن عامہ، تعمیر نو نفاذ شریعت اور اسلامی انقلاب کا مرحلہ بہت قریب ہو چکا ہے ۔ جوں جوں فتح کی منزل قریب تر ہوتی جا رہی ہے امریکہ اور اقوام متحدہ جو امریکی مصالح اور مفادات کے تحفظ کا انتظامی ادارہ بن چکا ہے اپنی سازشوں، اسلام دشمن روش، جھوٹے پروپیگنڈا اور فرضی حل اور فرضی منصوبہ بندی، نا منصفانہ کردار، لاکھوں شہداء کے خون کا استہزاء عزتوں کی تاراجی، مجاہدین کی قربانیوں اور افغان عوام کی اُمنگوں خواہشوں اور ضرورتوں کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف جبر و استبداد، کفر کی خواہشوں اور ہنود و یہود اور مغربی اقوام کے تحفظات کی ضمانت پر مبنی انتقال اقتدار کے لیے کوشاں ہیں ۔

ان کے اعصاب پر جہاد اسلامی کے مفروضہ نتائج کا خوف مسلط ہے جس کے پیش نظر وہ حقیقی خطرات و اسباب

کی تصدیق کے بغیر محض اوہام، اندیشوں اور مفروضات کی تحریک پر مسلمانوں کی قوت، استحکام اور توانائی کے ہر امکان کو تدبیر سازش، قوت، سیاسی پالیسی غرض بہر صورت ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

گذشتہ دو تین ماہ میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے ایلچی بینن سیون کے کردار اور اقوام متحدہ کے جھوٹے پروپیگنڈوں میں ان کی اس مریضانہ سوچ نے جنون وسودا کی صورت اختیار کر لی ہے۔ کفر کی تمام تر قوتیں جہاد افغانستان کے انقلابی ثمرات کو اپنے مستقبل کے لیے خوفناک امکانات کا مصدر تصور کرتے ہیں مجاہدین کی روح جہاد، مسلسل جہاد عزیمت اور جذبہ انقلاب اسلامی انہیں خوفناک بلائیں محسوس ہونے لگی ہیں۔

جب افغانستان میں روس کی بدترین جارحیت عروج پر تھی تو اقوام متحدہ کو انگڑائی لینے کا تصور بھی نہ آیا لیکن اب جب روس کی تحلیل کے بعد مجاہدین کا جہاد اپنے منطقی اور فطری نتائج سے قریب تر ہے تو اقوام متحدہ اس کے نتائج کو بدلنے کے لیے اچانک سرگرم عمل ہو گیا ہے اور نہتے ومظلوم افغان مجاہدین کی مدد کرنے کے بجائے ان سے پہلے پہلے ان کا اقتدار اچک کر نا اسلام قوتوں کے حوالے کرنے کی مذموم منصوبہ بندی شروع کر دی ہے جنیوا معاہدہ کے تحت اقوام متحدہ اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کر سکا مگر اب وہ چوکس اور اپنا کردار ادا کرنے میں متحرک ہے۔

اس موقع پر بھی پاکستان کے مذموم کردار پر دکھ ہوا ہے کہ ذمہ داران حکومت دفتر خارجہ اور ذرائع ابلاغ افغان مجاہدین سے اپنے ماضی کے تمام رابطوں، نصرت وتعاون، موقف حقہ اور تاریخ ساز کردار کو فراموش کر کے امریکہ و اقوام متحدہ کے جھوٹے پروپیگنڈے کا وسیلہ بن کر رہ گئے۔

ہم اب بھی یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں یہ مسئلہ افغان قیادت، جہاد وجنگ کے جرنیلوں اور ۱۳ سال سے برسرپیکار غازیوں اور افغان عوام کا ہے اور وہی اسے حل کرنے کا برتر، بہتر اور اول حق رکھتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسے حالات میں بھی افغان جہاد سے کوئی سازش کی گئی اور ان پر باہر سے کوئی حکومت مسلط کر دی گئی تو اس کا انجام بھی نور محمد ترکئی، حفیظ اللہ امین، ببرک کارمل اور نجیب کی حکومت جیسا ہوگا۔

بدقسمتی سے افغانستان کے عوام کی تیرہ سال قربانیوں کا جب پھل سمیٹنے کا وقت آیا ہے تو بعض شاطر قوتوں کی دسیسہ کاریاں اور بعض رہنماؤں کی بے تدبیری کے باعث کھیل ہاتھ سے نکلتا نظر آرہا ہے انتقال اقتدار کا مرحلہ اور صورت حال کی غیر یقینی کیفیت مزید پیچیدگیوں اور گھمبیر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ خدا نہ کرے کہ یہ صورتحال بتدریج خانہ جنگی، جماعتی تعصب باہمی قتال کی طرف بڑھ جائے اور افغانستان کو لبنان کی بدقسمتی سے دوچار کر دے۔ حکومت پاکستان نے بھی افغان مسئلے کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔ پاکستانی فوج جو ۱۳ برس سے افغان جہاد کا دباؤ برداشت کر رہی تھی اس وقت نازک ترین مرحلے میں اس کے سربراہ بنگلہ دیش کے دورے پر ہیں اور حکومت پاکستان کے انتظامی سربراہ جناب وزیر اعظم آسٹریا کے دورے پر ہیں۔ مگر جہاد افغانستان کے بارے میں سب سے بڑی ذمہ داری بھی تو پاکستان ہی کی ہے خدا کرے کہ ارباب اقتدار اور ذمہ داران حکومت بھی اس کو سمجھیں اور اس میں اپنا موثر رول ادا کر سکیں۔

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی

دینِ حق اور دعوتِ اسلام کے تقاضے

ذیل کی تقریر لیسٹر (LEICESTER) انگلستان کے اسلامک فاؤنڈیشن میں اہل علم اور دعوتی و تحقیقی کام کرنے والوں کے ایک وسیع مجمع میں کی گئی۔

حضرات! میں یہاں حاضر ہوا تو مجھے یہاں کی سرگرمیوں اور یہاں کے دعوتی و تحقیقی کاموں کو دیکھنے کا شوق تھا اور میرے ذہن میں کوئی خاص مضمون نہیں تھا، اور نہ یہ بات متعین تھی کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے میں تو یہاں ایک زائر اور ایک استفادہ کرنے والے کی حیثیت سے آیا تھا، لیکن مجھے حکم ہوا کہ میں آپ کے سامنے کچھ عرض کروں، میں بیٹھنے کے بعد بالکل خالی الذہن تھا اور میں نے اس کو خدا پر چھوڑ دیا تھا، اور اس کا بارہا تجربہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے اور قرآن مجید ہر موقع پر مدد کرتا ہے اور راستہ کھول دیتا ہے اور نئی نئی حقیقتیں اور اپنے اعجاز کے نئے پہلو سامنے لاتا ہے، دنیا کے کسی عہد میں بھی دین کی دعوت کا، اسلام کے تعارف کا اور لوگوں کو دنیا کے خطرات سے نکالنے کا اور زندگی کو نہ صرف برباد کرنے بلکہ زندگی کو باعثِ اذیت اور خدا سے بعد کا ذریعہ بنانے کی آزمائش سے نکال کر نجات کے راستہ پر لگانے کا جب بھی ذکر کیا جائے گا تو یہ آیت اس کی رہنمائی کے لیے کافی ہے اور اس کے اندر قرآن مجید کا اعجاز جھلک رہا ہے۔

قرآن مجید جیسا کہ میں نے بعض مرتبہ عرض کیا کہ مجموعی حیثیت سے بھی وہ معجزہ ہے، اور انفرادی حیثیت سے بھی، یعنی ایک ایک آیت بھی اس کا الگ الگ معجزہ ہے بلکہ اگر میں (عربی زبان کے ایک طالب علم کی حیثیت سے) یہ کہوں کہ اس کا ایک ایک لفظ بھی مستقل معجزہ ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

کسی ملک اور کسی عہد میں بھی دین کا کام کیا جائے، اسلام کے محاسن کو پیش کرنے کا کام کیا جائے اور لوگوں کو زندگی اور زندگی کے بعد کے خطرات سے نکالنے کا کام کیا جائے تو یہ آیت اس کی پوری تصویر کھینچ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ — مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا — پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو

فِی السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝
(سورۃ ابراہیم ۲۴ - ۲۵)

پکڑے ہوتے) ہو اور شاخیں آسمان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا (اور میوے دیتا) ہو، اور خدا لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

اس آیت میں مکانی رقبہ بھی آگیا اور زمانی رقبہ بھی آگیا اور اس کی بنیاد اور اس کا سرچشمہ بھی آگیا اور اس کے نقطۂ عروج اور جن بلندیوں تک اسلام کی دعوت پہنچ سکتی ہے اس کا ذکر بھی آگیا۔

آپ ایک درخت کی حقیقت پر غور کیجئے (کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ) پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ اچھا درخت ہو، "شَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ" ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرط ہے کام کی کامیابی کے لیے، کتنی بڑی ذہانت اور کتنے بھی بلند مقاصد، کتنے ہی وسیع وسائل، کتنی ہی بڑی جمعیت، کتنی ہی بڑی تنظیم، کتنی ہی اپنے عہد کی علمی و صنعتی ترقیاں سب ساتھ ہوں تو وہ اللہ کے یہاں معتبر نہیں ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ مقصد صحیح ہو، داعی اور محرک صحیح ہو اور وہ دعوت بذات خود صحیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً۔ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟

پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ کلمہ طیبہ ہو، صرف کلمہ ہونا کافی نہیں، دنیا میں ایک بہت بڑی غلطی یہ ہوتی رہی ہے، ادبیات کی تاریخ بتاتی ہے، شاعری کی تاریخ بتاتی ہے، ذہانت و حکمت کی تاریخ بتاتی ہے، یونان کے فلسفہ و منطق کی تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے کلمہ کو کافی سمجھ لیا، کلمہ ہونا چاہیئے اور اس کے اندر انسان کی ذہانت جھلکنی چاہیئے اس کے اندر مضمون آفرینی ہونی چاہیئے، انسان کے مطالعہ کی گہرائی ہونی چاہیئے، اظہار بیان کی طاقت ہونی چاہیئے دنیا میں زیادہ تر اسی پر زور دیا گیا ہے، آپ ساری دنیا کے ادبیات کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ ان سب میں "کلمہ" پر زور ہے "کلمہ طیبہ" پر زور نہیں۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ کلمہ طیبہ ہو اس کا مقصد صحیح ہو، بات جو کہی جائے تو صرف اتنا کافی نہیں کہ وہ فصیح و بلیغ ہے، بعض لوگوں نے اس کو کافی سمجھا ہے، آپ مذہبی دینی نفسیات کی تاریخ پڑھیں اور دعوتوں کی تاریخ پڑھیں تو بہت جگہ ایسا ہوا ہے کہ بہت سے لوگوں نے کلمہ کو کافی سمجھا ہے کہ بات اچھی طرح (TACTFULLY) کہی جا رہی ہے لیکن وہ خود بجائے خود صحیح ہے، اس کا رشتہ صحیح ہے، وہ خالق کائنات سے، الہام اور اس کی رہبری سے اخذ کی گئی ہے وہ صحف سماویہ سے لی گئی ہے، وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم سے ماخوذ ہے، یا صرف اس میں انسان کی فصاحت و بلاغت ہی ہے، اس کا زور بیان ہے، اس کی شاعری کی لطافت ہے؟

کلمہ طیبہ کی مثال دینے کے لیے دنیا میں سینکڑوں، ہزاروں چیزیں ہو سکتی تھیں، موتی، جواہرات، سونا، چاندی، پھول، پھل سب سے تشبیہ دی جا سکتی تھی، لیکن کلمہ طیبہ کے بار آور ہونے اور اس کے ثمر دار ہونے اور راخیر عہد تک اس کے کام کرتے رہنے کی مثال درخت سے بہتر نہیں ہو سکتی، درخت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ شجرہ طیبہ ہو، یہ نہیں کہ آپ نیم کا درخت لگالیں اور آپ اس سے آم کی امید رکھیں، آپ کانٹے بوئیں اور آپ اس سے پھول کی توقع کریں خود وہ شجرہ بھی طیبہ ہونا چاہیے جیسے کلمہ طیبہ ہوتا ہے اس کی تعریف میں کہا گیا ہے "كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ" اب اس کے بعد قرآن کا اعجاز ہے وہ کہتا ہے۔

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ		جس کی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں آسمان میں۔

آپ ان الفاظ کی وسعت اور ان کی لطافت پر غور کریں تو ان میں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے، اس میں ادیان سماویہ کی تاریخ آگئی، اس میں نبوّات اور پیغمبروں کی مساعی اور کوششوں کی تاریخ آگئی، اس میں ان روحانی تبدیلیوں اور انقلابات کی تاریخ آگئی جس کا احاطہ اس وقت تک نہیں کیا گیا اور احاطہ کرنا مشکل ہے، سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں ایسی ہوں گی مخلصین کے کلام کی کہ جن کا کوئی ریکارڈ ہمارے سامنے نہیں ہے۔

تو ایک تو یہ کہ وہ ایسا شجرۂ طیبہ ہو کہ "أَصْلُهَا ثَابِتٌ" اس کی جڑ تو زمین میں ہوگی "وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ" اور اس کی شاخ آسمان سے باتیں کرتی ہوگی، ایک انسان کی زبان سے کلمہ نکلے گا، لیکن وہ قوموں کی تقدیر بدل دے گا، زمانہ کا رخ بدل دے گا، سوچنے کا طریقہ بدل دے گا، قوموں کی قومیں دینِ حق میں داخل ہوں گی۔

اس کے لیے میں ایک مثال جو اس وقت میرے ذہن میں آئی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ آپ یہ دیکھیں کہ ایک چھوٹا سا کلمہ کیا کام کرتا ہے؟ اس کے لیے میں عرض کروں اپنے فاضل دوستوں کے سامنے کہ محض مطالعہ، محض ذہانت، محض پیش کرنے کا بہتر سے بہتر طریقہ، الفاظ کا انتخاب، انشاء پردازی اور خطابت کا زور تنہا کافی نہیں ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں سے نکلا ہو، اور اسلام کو جو اس وقت آپ دنیا میں پھیلا ہوا دیکھ رہے ہیں، اسلام کی جو فتوحات ہیں، ان میں ایک بہت بڑا عامل (FACTOR) یہ تھا کہ جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ ؏

ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد

اس کی ایک مثال میں دیتا ہوں جو اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے مثالیں تو بہت ہیں، پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T. W. ARNOLD) نے اپنی کتاب (PREACHING OF ISLAM) میں ایک واقعہ لکھا ہے، ترکی اور ایرانی تاریخوں میں بھی یہ واقعہ آیا ہے، لیکن تھوڑے فرق کے ساتھ، پہلے تو میں "آرنلڈ" کے بیان کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، اس کے بعد پھر ترکی اور فارسی تاریخوں میں جو واقعہ مذکور ہے وہ بیان کروں گا، تو

تغلق تیمور تاتاریوں کی ایک شاخ کا شاہزادہ تھا جس کا پایۂ تخت کاشغر تھا، آپ کو معلوم ہے کہ ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں تاتاریوں نے ترکستان اور ایران پر حملہ کیا اور پھر اس کے بعد وہ بغداد تک پہنچ گئے، اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور عالم اسلامی کی چولیں ہلادیں، ایسا نظر آنے لگا کہ اب اسلام دنیا میں ایک طاقت کی حیثیت سے باقی نہیں رہے گا، ان کی ایک شاخ (وہ مختلف شاخوں میں تقسیم ہوگئے) جو ترکستان پر حکمراں تھی (یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس وقت ترکستان میں ایک نیا انقلاب ہوا ہے اور ہم اس حالت میں اس کا ذکر کر رہے ہیں کہ اس کا نام لینے سے ہمارے دل پر چوٹ نہیں لگتی) جس میں ایران بھی شامل تھا، اس کا وہ ولی عہد تھا، ابھی اس کی تاج پوشی نہیں ہوئی تھی تاج پوشی کے بعد وہ اس پورے قلمرو کا حکمراں ہوتا، وہ شکار کے لیے نکلا اور آپ کو معلوم ہے (شاید آپ میں سے بہت سے لوگ شکار کھیلتے ہوں) کہ شکاریوں کے کچھ توہمات ہوتے ہیں ان کے یہاں کچھ روایات ہوتی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں وہ محض اتفاقات ہوتے ہیں[۱]

لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا، تغلق تیمور ہرن یا شیر کا شکار کرنا چاہتا تھا اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ دین حق اس کو اپنا اسیر اور تابع بنالے اور تاتاریوں کی ایک پوری شاخ اسلام کی حلقہ بگوش بن جائے۔

تو تغلق تیمور اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں شکار کے لیے نکلا، ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے کہ کوئی باہر کا آدمی شکارگاہ میں داخل نہ ہونے پائے، ایک ایرانی بزرگ شیخ جمال الدین کہیں جارہے تھے، وہ دانستہ اس شکارگاہ میں داخل ہوگئے ان کی مشکیں باندھ کر شہزادہ کے سامنے حاضر کیا گیا، خان نے ان سے غضب ناک ہوکر کہا کہ ایک ایرانی سے تو کتا ہی بہتر ہوتا ہے[۲] شیخ نے کہا کہ ہاں یہ سچ ہے، اگر ہم کو اللہ تعالیٰ دین حق کی نعمت و عزت نصیب نہ فرماتا تو ہم سے کتا ہی بہتر ہوتا، خان نے شیخ سے پوچھا کہ دین برحق کیا چیز ہے؟ شیخ نے اسلام کے عقائد ایسی گرم جوشی اور ایسے دینی ولولہ سے بیان کئے کہ اس کا پتھر کا دل موم کی طرح پگھل گیا، شیخ نے حالت کفر کا بھی ایسا ہیبت ناک نقشہ کھینچا کہ خان پر لرزہ طاری ہوگیا، خان نے شیخ سے کہا کہ جب آپ سنیں کہ میری تاج پوشی ہوگئی تو آپ مجھ سے ضرور ملیں[۳]

یہ دل سے نکلی ہوئی بات تھی اس لیے اس میں کوئی منطقی اثر ہو یا نہ ہو لیکن اس کے دل پر اس کا اثر پڑا، اور یہ منجانب اللہ بات تھی، یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب تک دعوت میں وہ دل شامل نہ ہو جو نور باطن سے منور اور دردمند ہے اور وہ بات دل کی گہرائی سے نہ نکلی ہو تو اس کا وہ اثر نہیں ہوسکتا کہ زندگی میں انقلاب پیدا کردے۔

---

[۱] غالباً یہی نام بعد میں تغلق کے نام سے پکارا جانے لگا، محمد تغلق، فیروز تغلق شاہان دہلی ترکی النسل تغلق خاندان ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

[۲] ہمارے بچپن میں شکاریوں میں یہ مشہور تھا کہ شکار کیلئے نکلتے وقت اگر چھری یا چاقو کا نام لیا جائے تو شکار نہ ملے گا، یا جمعرات کو شکار کامیاب نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ تاتاری اور مغل، ایرانیوں کو (مفتوح ہونے کی وجہ سے) ذلیل سمجھتے ہوں اور ان کو یہ وہم ہو کہ اگر کسی ایرانی پر نظر پڑ گئی تو شکار نہیں ملے گا۔ [۳] ملاحظہ ہو "دعوت اسلام" ترجمہ از ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ باب ہشتم ص ۲۳۶،۲۳۵

یہ تو روایت ہے آرنلڈ کی، لیکن ترکی اور فارسی کے مآخذ میں جو زیادہ معتبر ہیں یہ ہے کہ اس سے ان سے پوچھا کہ کتا زیادہ عزت رکھتا ہے یا ایرانی؟ انہوں نے نہایت اطمینان سے یہ جواب دیا کہ ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اس نے کہا ابھی اس کا فیصلہ کیوں نہیں ہو سکتا؟ یا کتا زیادہ عزت رکھتا ہے یا تم کہیں، وہ اس کی تیاری میں تھا کہ اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ میں بہتر ہوں تو وہ تلوار سے ان کا سر اڑا دیتا اور اگر کہتے کہ کتا زیادہ عزت والا ہے تو کہتا کہ چلے جاؤ، اس نے کہا کہ اس میں انتظار کی کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں عزت والا ہوں ورنہ یہ کتا معزز ہے، اس نے پوچھا کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے ایمان کی تشریح کی۔

اس کے بعد وہ برابر اس کے انتظار میں رہے کہ یہ اطلاع ملے کہ تغلق تیمور کی تاجپوشی ہو گئی ہو تو میں جاؤں اور یہ واقعہ یاد دلاؤں، لیکن ان کی قسمت میں نہیں تھا، جب وہ عالم سکرات میں تھے، آخری وقت تھا تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ شیخ رشید الدین کو بلایا اور کہا کہ دیکھو بیٹا! میری قسمت میں یہ سعادت نہیں تھی، لیکن شاید تمہاری قسمت میں ہو، جب سننا کہ تغلق تیمور کی تاجپوشی ہو گئی اور وہ بادشاہ ہو گیا تو اس سے ملنا اور یہ واقعہ یاد دلانا۔

یہاں سے آرنلڈ اور ترکی کتابوں کا بیان مشترک ہے وہ یہ کہ جب شیخ رشید الدین نے سنا کہ تغلق تیمور کی تاجپوشی ہو گئی تو وہ گئے، اس کے شاہی محل میں تو ان کو کون اندر جانے دیتا، جب ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو انہوں نے ذرا فاصلہ پر ایک درخت کے نیچے مصلیٰ بچھا لیا اور وہاں نماز پڑھنی شروع کی، جب نماز کا وقت آتا اذان دیتے اور نماز پڑھتے، اور وقتوں میں تو اذان کی آواز نہیں پہنچتی لیکن فجر میں ایک دن جو کہ سناٹے کا وقت ہوتا ہے محل میں آواز آئی، اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیسی مجنونانہ صدا ہے؟ یہ کیا صدائے بے ہنگام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت! (وہ جس طرح بھی خطاب کرتے ہوں) ایک مجذوب سا شخص ہے، وہ کچھ اٹھتا بیٹھتا ہے اور یہ آواز لگاتا ہے، اس نے کہا کہ پکڑ لاؤ اسے، وہ لائے گئے تو اس نے کہا تم کون ہو؟ اور یہ کیا آواز لگاتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ کو کچھ یاد ہے ایک مرتبہ آپ شکار میں گئے تھے تو ایک ایرانی عالم آپ کو ملے تھے شیخ جمال الدین، ان سے آپ کا کچھ مکالمہ ہوا تھا، اس نے کہا کہ ہاں یاد ہے، انہوں نے کہا کہ میں یہ شہادت دینے آیا ہوں کہ ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا، اس نے اسی وقت کلمہ پڑھا، آرنلڈ نے بھی یہ لکھا ہے اور ترکی فارسی کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے، اس نے کلمہ پڑھا اور اپنے ایک ازدار اور سربرآوردہ امیر کو بلایا اور تنہائی میں کہا کہ دیکھو میں نے اپنے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اب تم اپنے متعلق سوچو، انہوں نے کہا کہ حضور میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں، آپ کے ڈر سے ظاہر نہیں کرتا تھا، اس کے بعد پھر اس طرح پوری کی پوری شاخ سو فیصدی مسلمان ہو گئی[1]

---

[1] تاتاری حملہ کی ہیبت ناکی اور پھر پوری تاتاری نسل و قوم کے قبول اسلام کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ ہو، صاحب مقالہ کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول کا باب "فتنۂ تاتار اور اسلام کی ایک نئی آزمائش" ص ۳۲۰-۳۴۴

میں عرض کر رہا تھا "کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ" یہ محض اتفاقی لفظ نہیں ہے، قرآن مجید میں کوئی اتفاقی لفظ نہیں ہوتا، پہلی شرط یہ ہے کہ "شجرہ طیبہ" ہو یہ نہیں کہ آپ برگد کا درخت لگا دیں، نیم کا درخت لگا دیں، کانٹے بو دیں اور آپ ان سے اچھے پھل پھول کی امید کریں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ "شجرہ طیبہ" ہو، پھر اس شجرۂ طیبہ کی جو صفت خدا نے بیان کی وہ بالکل اس کے دین کی صفت ہے کہ "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" جڑ تمہیں نظر آئے گی زمین پر، اور شاخیں تمہیں نظر آئیں گی آسمان پر، اب آپ اسلام کی تاریخ پڑھئے کہ کس پستی کی حالت میں، کس بے سر وسامانی کی حالت میں، کس کمزوری کی حالت میں اس کی ابتدا ہوئی اور پھر اس کی شاخیں کہاں تک پہنچیں۔

تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا" یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے، ہر زمانہ میں وہ اللہ کے حکم سے پھل دیتا رہے گا، یہ محض "شجرۂ طیبہ" نہیں "شجرۂ خالدہ" ہے یہ زمانہ کے تغیرات کا تابع نہیں ہے، بہت سے درخت ہیں جو اپنی عمر پوری کر لیتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں جانور ان کو تباہ کر دیتے ہیں اور خود ان کا لگانے والا کبھی ان کو کاٹ دیتا ہے، تو اس میں بتایا کہ اس کی مکانی وسعت تو یہ ہے کہ وہ زمین سے اٹھتا ہے اور آسمان تک جاتا ہے' یہ تو اس کی مکانی وسعت ہے، اور زمانی وسعت یہ ہے کہ "تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا" وہ اپنے پھل ہر زمانہ میں اللہ کے حکم سے دیتا ہے۔

اب آپ دیکھئے یہ برطانیہ ہے، جب اس کی حکومت ہندوستان کے برصغیر پر تھی تو کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ خاص اس کے دارالحکومت لندن میں اس کے قرب وجوار میں اسلامی مطالعہ کے مراکز قائم ہوں گے اور اسلام کی دعوت وہاں پیش کی جائے گی، ایک وقت تو ایسا آیا تھا کہ ہندوستان میں عیسائیت کے مبلغ (پادری) میدان میں آ گئے تھے اور انہوں نے حکومت کو بھی یہ یقین دلا دیا تھا کہ یسوع مسیح نے ہم کو یہ ملک دیا ہے اور ہمیں ان کے مذہب کی تبلیغ کرنی چاہیئے، مسلمانوں کے (خاکم بدہن) ارتداد کا بڑے پیمانے پر خطرہ پیدا ہو گیا تھا، اس کی بناء پر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے "اظہار الحق" جیسی معرکۃ الآرا کتاب لکھی اور آگرہ میں پادری فنڈر سے ان کا مناظرہ ہوا جس میں اس کو شکست فاش ہوئی، مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے اس خطرہ سے ندوۃ العلماء کی تحریک چلائی، مجھے معلوم ہے کہ اس کے پس منظر (BACKGROUND) میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیوں اور ان کے نتائج کا خطرہ کام کر رہا تھا انہوں نے ایسے علماء ومبلغین کا تیار کرنا ضروری سمجھا جو دوسرے مذاہب کا مطالعہ کر سکیں، وہ کسی مغربی زبان (بالخصوص انگریزی سے) بھی واقف ہوں اور جغرافیہ اور تاریخ سے بھی آشنا ہوں اور اس نسل کو اس کی مانوس زبان میں خطاب کر سکیں اور مسائل حاضرہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

"تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا" ہر زمانہ میں وہ پھل دے گا اللہ کے حکم سے، آج آپ اپنی

آنکھوں سے اس آیت کا تحقق دیکھ رہے ہیں کہ وہ شجرۂ طیبہ جو آخری رسول نے لگایا تھا اور جس کی جڑ زمین میں تھی، کہاں تھی؟ جزیرۃ العرب میں تھی، جو سیاسی حیثیت سے فکری حیثیت سے، علمی حیثیت سے اور مالی حیثیت سے ہر حیثیت سے دنیا کا پسماندہ ترین علاقہ تھا، اور ساری دنیا سے کٹا ہوا تھا " اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ " اس کی شاخیں کہاں تک گئیں؟ اس کی شاخیں آسمان تک گئیں، آپ دیکھیں کہ اس کی اشاعت و فتوحات کے نتیجہ میں کتنی سلطنتیں پیدا ہوئیں، اس کے نتیجہ میں کتنی دانش گاہیں، کتنی جامعات وجود میں آئیں، کتنے مراکزِ ہدایت و تربیت قائم ہوئے کتنے محقق پیدا ہوئے، کتنے مفکر پیدا ہوئے، کتنے ادیب پیدا ہوئے اور کتنا بڑا لٹریچر تیار ہوا، کسی ایک زبان میں بھی اگر آپ اس کا احاطہ کرنا چاہیں تو مشکل ہے جو کلمہ کہا گیا تھا جزیرۃ العرب میں بیٹھ کر، وہ کلمہ آج ساری دنیا میں پھیل رہا ہے، اور وہ اپنے پھل دے رہا ہے، شجرہ طیبہ کی طرح پھل پھول رہا ہے۔

اس وقت کسی طویل تقریر کی ضرورت نہیں، اہلِ علم کا مجمع ہے، اہلِ فکر اور مطالعہ کرنے والوں کا مجمع ہے میں عرض کروں گا کہ دعوت کے لیے دو تین چیزوں کی ضرورت ہے۔

ایک تو واقفیت کی ضرورت ہے کہ نفسیاتِ انسانی سے واقفیت ہو، اور زبان کی ضرورت ہے، زبان کی بڑی اہمیت ہے اور آپ حضرات نے بہت صحیح قدم اٹھایا ہے، میں اس کی داد دیتا ہوں اور اس کی تحسین کرتا ہوں کہ آپ نے بہتر سے بہتر انگریزی زبان میں اسلام کو پیش کرنے کا انتظام کیا ہے اور اس کے لیے آپ لوگوں کو تیار کر رہے ہیں تو ایک تو عقلِ سلیم کی ذہانت کی ضرورت ہے، اور دوسرے زبان کی ضرورت ہے کہ اچھی سے اچھی زبان میں دعوت دی جائے، بہت سے حلقوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ زبان کی کوئی اہمیت نہیں ہے آدمی کو جس طرح بن پڑے، اپنے خیالات ظاہر کر دینے چاہئیں، لیکن جب ہم سیدنا عبدالقادر جیسے زاہد فی الدنیا اور متوکل علی اللہ اور ان سے پہلے امام حسن بصری کے مواعظ پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زبان کی کیا اہمیت ہے اور انہوں نے زبان کو کیا اہمیت دی ہے اور کس زبان میں انہوں نے اپنے مخاطبین اور معاصر نسل کو خطاب کیا ہے کہ اس سے بہتر مشکل ہے یہ مسلم ہے عربی ادب کی تاریخ میں ہے کہ حجاج اور حسن بصری سے بڑا کوئی بلیغ نہ تھا، اور حسن بصری کو فوقیت حاصل ہے، حجاج پر، پھر اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے، حضرت علی مرتضیٰؓ کو چھوڑ دیجئے وہ تو ابلغ البلغاء تھے، لیکن اس کے بعد ہر دور میں آپ دیکھیں گے، آپ ابن الجوزی کو لیجئے، اعلیٰ سے اعلیٰ زبان انہوں نے استعمال کی، اور تاریخ و ادب کے ایک مدرس کی حیثیت سے بھی اور ادب کے نمونوں کو جمع کرنے والے ایک جامع کی حیثیت [1] سے بھی کہتا ہوں کہ جن کی طرف خیال بھی نہیں جا سکتا تھا ان کی کتابوں میں وہ ادبی ٹکڑے ملتے ہیں جن کو ادب کے شہ پارے (MASTER PIECE) کہنا چاہیئے ہم نے اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ کا بھی نام لیا ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی

---

[1] کتاب "مختارات من الادب العربی" کی طرف اشارہ ہے جو بہت سی ہندوستانی و عرب جامعات و مدارس میں داخلِ نصاب ہے۔

کا بھی نام لیا ہے، جہاں خیال بھی نہیں جا سکتا ہے وہاں بھی آپ کو ایسے ادبی نمونے ملیں گے، پھر سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے بڑھ کر دنیا میں زاہد اور مدح و ذم سے بے پرواہ کون ہوگا؟ ان کے جو مواعظ محفوظ ہیں ان کو دیکھئے اور میں یہ عرض کروں گا کہ بزرگوں کے مواعظ زیادہ قابل اعتبار ہیں، اس لیے کہ لوگوں نے تبرکاً ان کو جوں کا توں نقل کیا ہے، بادشاہوں کے فرامین یا ادباء کا کلام اتنا محفوظ نہیں ہے، اس کو لوگ بدل دیتے ہیں، لیکن بزرگوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو لوگ بجنسہٖ نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ان میں برکت سمجھتے ہیں، یہ بات تاریخی و ادبی لحاظ سے بھی ایک واقعہ ہے کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں، پورے وثوق کے ساتھ کہ یہ انہیں کے الفاظ ہیں، اگر آپ ان کے مواعظ کے مجموعہ کو دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی، بعض مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ بادل گرج رہا ہے اور بجلیاں کوند رہی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اب بجلی گرہی، اب بجلی گرہی۔

تو ایک چیز تو یہ ہے علم و معرفت، دوسری چیز ہے زبان کی تاثیر اور قوت، اور تیسری چیز ہے اخلاص و دردمندی یعنی خود دل پہ چوٹ ہوا ور جو چیز نکلے صرف قلم سے نکلے بلکہ قلب سے نکلے تب اس کا اثر ہوگا، اگر ہم نے ان "عناصر اربعہ" کا خیال رکھا تو مغربی ممالک میں اور اس نئے بدلے ہوئے زمانہ میں اور مختلف زبانوں کے بولنے والوں میں تحریری تقریری طور پر دینِ صحیح کی دعوت ضرور اثر انداز ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس کے بہتر سے بہتر نتائج عطا فرمائے گا، اس میں ہمارے لیے بہت بڑی بشارت اور فالِ نیک ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا" ورنہ آدمی یہ کہتا کہ زمانہ گزر گیا، اب یہ بیسویں صدی ہے، دنیا نے کتنی ترقی کر لی ہے سائنس، پالیٹکس، ٹیکنالوجی کی ترقی کہاں سے کہاں پہنچی، ذہن و فکر کا معیار بدل گیا ہے اب وہ زمانہ نہیں رہا، اب اس وقت اسلام کی دعوت کوئی اثر نہیں کرے گی تو قرآن نے "تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا" کہہ کر تسلی دی ہے اور تقویت کا سامان کیا ہے کہ کسی زمانہ کے، کسی جگہ کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے اسلام کی دعوت دینے کا کیا فائدہ؟ قرآن نے "كُلَّ حِيْنٍ" کہہ کر زمانہ کی تحدید کو ختم کر دیا۔

لیکن یہ سب اللہ کے ارادہ اور قدرت سے ہوگا اس نے "بِاِذْنِ رَبِّهَا" کہہ کر یہ بتا دیا کہ اپنی ذہانت پر، اپنی زبان کی مہارت پر اعتماد نہ کرو بلکہ یہ بھی سمجھو کہ اللہ ہی اگر چاہے گا تو اثر ہوگا، اس کے اندر دعوت کا پورا نقشہ آگیا ہے۔

میں اس کو محض اتفاقی بات نہیں کہوں گا، میں اتفاقات کا قائل نہیں یہ بھی منجانب اللہ بات تھی، میں یہاں آکر اس کرسی پہ بیٹھ گیا تھا اور میرا ذہن خالی تھا، میں نے سوچا کہ تقریر کہاں سے شروع کروں گا؟ قاری صاحب کو اللہ جزائے خیر دے انہوں نے یہ آیت پڑھی اور میں نے کئی بار تجربہ کیا، امریکہ اور یورپ کے دورہ میں خاص طور پر کہ بعض اوقات بالکل خالی الذہن ہوتا تھا، پے در پے پروگرام ہوتے تھے، ابھی ایک جگہ سے آیا دوسری جگہ سے آیا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں اور کیا بات کہوں، میں نے قاری صاحب پر چھوڑ دیا، قاری صاحب

نے آیت پڑھی اور گویا بالکل میرے لیے آیت پڑھی۔

میں اس مرکز کے ذمہ داروں، خاص طور پر مناظر احسن صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے مدعو کر کے اس قابلِ قدر مرکز کے معائنہ کا موقع دیا، میں آپ کے علمی تحقیقی اور تربیتی و اشاعتی شعبوں اور اس عظیم عمارت اور اس کے سلیقہ و انتظام کو دیکھ کر بہت مسرور ہوں، لیکن میں دین کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات ضرور کہوں گا کہ دعوتی و تعلیمی مرکز کو کسی خاص مکتب خیال، دعوت و جماعت کی تشہیر و دعوت کا ذریعہ نہ بنایا جائے، صرف اللہ کی رضا مطلوب ہو، اور یہ کہ اسلام اپنی صحیح و عمومی شکل میں دوسروں تک پہنچے اور اللہ ان کو ہدایت دے، اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچے گا جنہوں نے اسلام کے تعارف و تفہیم کی طرف رہبری کی اور اس کا سامان مہیا اور مواد فراہم کیا، لیکن اس میں جماعتی عصبیت یا شخصی تقدس و عظمت کا عقیدہ نہیں ہونا چاہیے اسلام کو بحیثیت اسلام و دین حق کے پیش کرنا چاہیے اس میں کسی کی اجارہ داری نہیں، ہمارا شعار اور اعلان خاص طور پر عیسائی ملک اور مغربی ماحول میں وہی ہونا چاہیے جس کی قرآن نے تعلیم دی ہے۔

تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا	جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں
وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا	تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے
نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا	سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ
بعضاً ارباباً من دون اللہ۔	کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی
(سورۃ آل عمران۔ ۶۴)	کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔

میں شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ اعزاز بخشا، اعتماد کا اظہار فرمایا اور خطاب کا موقع دیا۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
استاذ حدیث دار العلوم حقانیہ

مولانا محمد طاسین کی تحریر کے جواب میں

اُدھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت

(نقد اور ادھار کی وجہ سے قیمت میں تفاوت کا شرعی تجزیہ)

یہ مضمون درحقیقت "حضرت مولانا محمد طاسین صاحب مدظلہ" کے اس مضمون کا تجزیہ اور تفصیلی جائزہ ہے جو مجلہ "الحق" کے جلد ہذا کے شمارہ ۳-۴ میں "ادھار چیز زیادہ قیمت پر بیچنے کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ قبل ازیں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم کا وقیع مضمون بھی "الحق" کے حوالہ سے بطور جواب قارئین کی نظر سے گذرا ہوگا، جس میں کافی حد تک زیر بحث مسئلہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

اوّل الذکر مضمون نگار کی اسلامی اور جدید معاشیات پر عمیق نظر اور متعلقہ فن میں وافر معلومات رکھنے سے کسی کو انکار نہیں، موصوف ملک کے ان چند گنے چنے شخصیات میں شمار ہوتے ہیں، جن کو اہل نظر، جدید معاشی نظام میں اسلامی نظام معیشت کا وکیل سمجھتے ہیں۔ آپ کی علمی کاوشیں "مجلس علمی" میں ادبی اور ریسرچ و تحقیق کے میدان میں مسلم ہیں بایں ہمہ ممکن ہے کہ موصوف کی زیر بحث مسئلہ میں رائے وقتی مصلحت یا مروّجہ حالات و واقعات سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے موزوں ہو۔ لیکن شرعی نقطہ نظر سے موصوف کے اٹھائے ہوئے نکات قابل توجہ نہیں بلکہ محل نظر ہیں۔ موصوف کی رائے کہ ادھار کی صورت میں قیمت کی زیادتی حرام اور ناجائز ہے، کے تجزیہ سے قبل ہم قرآن و حدیث کے حوالہ سے مسئلہ کا ایک طائرانہ مطالعہ کر کے داخلی اور خارجی قرائن کی رو سے اس کا جائزہ لیں گے۔ لیکن اس سے قبل مسئلہ کا اجمالی تعارف بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ قارئین کسی الجھن اور غلط فہمی کے شکار نہ ہوں۔

قدیم معاشرہ کے مطالعہ سے قطع نظر مروجہ معاشرہ کی ۹۸ فیصد آبادی ایسے معاشی پہلو میں جکڑی ہوئی ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی کسی ضروری چیز کی یکمشت خریدنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، تو اپنی قوت برداشت کو مدنظر رکھ کر ماہانہ یا سالانہ قسط وار خریدنے پر تیار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بائع نقد گاہک یعنی یکمشت زر بیع ملنے کی صورت میں ادھار پر فروخت کرنے کے لیے بہت کم آمادہ ہوگا۔ (معاملات میں تقویٰ اور دیانت داری کی بات اگرچہ اس سے الگ ہے) کیونکہ ادھار کی صورت میں اس کی مالی منفعت لازمی طور پر متاثر ہوگی۔ اس لیے بائع کو آمادہ کرنے کیلئے

قیمت فروخت میں نقد کی نسبت سے کچھ زیادتی رکھی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر نقد کی حالت میں اس چیز کی قیمت کھلی مارکیٹ میں ایک سو روپے ہو تو ادھار کی وجہ سے اس کی قیمت ایک سو بیس روپے تک پہنچ جاتی ہے۔ بائع کے لیے ادھار کی وجہ سے قیمت میں بیس روپے کا یہ اضافہ وصول کرنا یا مشتری کے ایسے معاملہ کے ارتکاب کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ میرے ناقص خیال میں دوسرے عام فہم مسائل کی طرح اس کا جواب بھی نہایت آسان دیا جا سکتا۔ اگرچہ موصوف کے علمی و تحقیقی مزاج اور باریک بینی نے اس کو ایک نظری اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا۔

آسان اور سہل ہونے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم پاکستان میں اٹھانوے فیصد فقہ حنفی کے مقلد ہیں۔ شاید ملک کے طول و عرض میں "تبحر فی العلم" والے حضرات بہت کم تعداد میں ہوں۔ لیکن مجتہدین فی الشرع، فی المذہب، فی المسائل کے رتبہ تک پہنچنے والے درکنار اصحاب التخریج اور اصحاب الترجیح کے پایہ کا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ ایسے علمی انحطاط کے حوالہ سے ہمیں سیدنا امام ابوحنیفہؒ یا اس کے مذہب کے مسلمہ قواعد و ضوابط کی رو سے مسلک کے ذیلی مجتہدین میں سے کسی ایک کے فرمودہ پر اعتماد کر کے اصل مراجع یعنی آیت یا حدیث کے مطالبہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ ایسے نازک مرحلہ پر طبقہ ثالثہ کے سرخیل علامہ سرخسیؒ یا طبقہ خامسہ کے نامور فقیہہ صاحب ہدایہ کے قول پر بغیر کسی تاویل کے اعتماد کرنا ہمارا فریضہ منصبی ہے۔

قدیم فقہی ذخائر میں کسی واضح جزئیہ کے میسر ہونے کے باوجود اصل مراجع قرآن و حدیث سے کسی دلیل کا مطالبہ کرنا درحقیقت مجتہدین کا کام ہے۔ اس لیے موصوف کا یہ تمہیدی بیان اکابرین امت کی رائے سے موافقت نہیں رکھتا کہ

> "کسی معاملہ کے شرعی جواز و عدم جواز کے متعلق صرف اتنا کافی نہیں کہ فقہ و فتاویٰ کی فلاں کتاب میں فلاں فقیہہ نے اس کو جائز یا ناجائز کہا اور لکھا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کی اس نص اور دلیل کا ذکر بھی ضروری ہے جس کی بناء پر اس فقیہہ نے ایسا کہا اور لکھا ہے"[1]

مقلد کی ذمہ داری میرے خیال میں مقلد کو تسلیم و رضا کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ورنہ شاید ایسے بے موقعہ لب کشائی سے اپنے مذہب و مسلک پر بدگمانی کا شکار ہو کر اس سے ہاتھ دھونا نہ پڑے۔

بارہویں صدی کے نامور فقیہہ علامہ ابن عابدین اصول افتاء کے ضمن میں اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فاقول ان هذا الشرط (اعنی لا يحل ان يفتى بقولنا حتى يعلم من أين قلنا) كان فى زمانهم اما فى زماننا فيكتفى بالحفظ كما فى	ترجمہ: میرے خیال میں امام ابوحنیفہؒ کے قول "کہ ہمارے قول پر اس وقت تک فتویٰ دینا جائز نہیں جب تک اصل مرجع معلوم نہ ہو" کا اشتراط ان کے دور میں تھا۔ ہمارے وقت میں

[1] ماہنامہ الحق ج ۲۷ شمارہ ۳ صفحہ ۲

القنية وغيرها فيحل الافتاء بقول الامام بل يجب وان لم من اين قال[1]

محض مذہب کی جزئیات پر فتوی دینا صرف جائز نہیں بلکہ واجب ہے اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کس دلیل کی روشنی میں یہ بات کہی۔

مقلد بن کر دلیل کا مطالبہ کرنا مقلدین کا کام نہیں بلکہ مجتہدین کا کام ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

ولا شک ان هذا خاص بالمفتی المجتهد دون المقلد المحض فان التقليد هو الاخذ بغير معرفة دليل[2]

ترجمہ:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کا مطالبہ کرنا مجتہد کا کام ہے۔ اور مقلد کے لیے تو بغیر دلیل کے مطالبہ کرنے کے صرف جزئیہ پر عمل کرنے سے اور کوئی چارہ نہیں۔

دلیل کے مطالبہ کی حقیقت کیونکہ دلیل کا یہ مطلب نہیں کہ متعلقہ مسئلہ میں صرف آیت یا حدیث کا اجمالی تذکرہ ہو۔ اور نہ ایسے شخص کے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے اجمالی علم کارآمد ہے جو ابتداء ہی سے فقہی اقوال پر قناعت کا نظریہ نہ رکھتا ہو۔ بلکہ دلیل کا مطالبہ کرتے وقت اس میں مذہب و مسلک کے قواعد و ضوابط کی رو سے طریقہ استدلال اور پھر داخلی و خارجی قرائن کے حوالہ سے پرکھنے کی صلاحیت ضروری ہے اور متعلقہ مسلک کے جملہ مسائل پر علم بھی ضروری ہے تاکہ سیاق و سباق کے حوالہ سے مسئلہ پر پورا علم رکھے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کی علمی بصیرت اس معیار پر پہنچی ہوئی ہو تو تقلید کی جگہ یہ خود مجتہد بننے کا حقدار ہے پھر اس کو تقلید کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی جیسا کہ موصوف مزید فرماتے ہیں۔

لان معرفة الدليل انما تكون للمجتهد لتوقفها على معرفة سلامته من المعارض وهي متوقفة على استقراء الادلة كلها ولا يقدر على ذلك الا المجتهد اما مجرد معرفة ان المجتهد الفلانی اخذ الحكم الفلانی من الدليل الفلانی فلا فائده فيها[3]

ترجمہ:۔ دلیل کی پہچان مجتہد کا وظیفہ ہے کیونکہ اس کے لیے دلیل کا معارضہ سے محفوظ ہونیکا علم ضروری ہے۔ جس کے لیے جملہ دلائل کا استقرا ضروری ہے اور اس پر مجتہد کے سوا اور کوئی قادر نہیں تاہم محض یہ جاننا کہ فلاں امام نے فلاں دلیل سے یہ حکم لیا ہے۔ کسی خاص فائدہ کا حامل نہیں۔

ہم تو مقلد ہیں۔ ہمارے لیے صاحب ہدایہؒ یا علامہ سرخسیؒ کا جزئیہ درکنار بلکہ محض حضرت تھانویؒ ،

---

[1] شرح عقود رسم المفتی صد۲۷۔ [2] ایضاً [3] شرح عقود رسم المفتی صد۴۷۔

مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ، مفتی کفایت اللہؒ اور فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد دامت برکاتہم کی رائے بھی حرف آخر ہے۔ ہم تقلید کے حوالہ سے ان ائمہ کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہوئے اصل مراجع کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ لیکن موصوف اور زیر بحث مسئلہ میں آپ کے ہمنوا حضرات کی تسلی کے لیے اپنے طالب علمانہ مطالعہ کے حوالہ سے چند حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ قارئین پر واضح ہو کہ فقہاء کا یہ مسئلہ ذاتی اختراع یا تقلید نہیں بلکہ اس کی تائید میں منصوص واقعات، آیت اور حدیث بطور استناد کے موجود ہیں۔

زیر نظر مسئلہ میں قیمت میں زیادتی کی حقیقت

اس کی پوری حقیقت تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ چل کر موصوف کے مضمون کے تجزیہ کے بعد واضح ہوگی۔ کہ نقد کی نسبت سے ادھار میں یہ تفاوت کیا ادھار کا عوض ہے یا ادھار کی وجہ سے ہے۔ دونوں کا دائرہ کار کیا ہے؟ اور دونوں کے درمیان مابہ الامتیاز کیا ہے؟ تاکہ منصوص حرام و ناجائز کاروبار "ربوا النسیہ" سے اس کا فرق ہو سکے۔ سردست ہم یہ مقدمہ رکھ کر دلائل کی طرف قدم بڑھاتے ہیں کہ زیر نظر مسئلہ میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں یہ تفاوت ادھار کا معاوضہ نہیں حقیقت میں ایسا کبھی نہیں کہ زر بیع میں کچھ قیمت مبیعہ کی ہے۔ اور کچھ قیمت اس اجل کی ہے تاکہ بوقت ضرورت کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو سکے بلکہ معاشرتی اور واقعاتی نظائر و حالات کو مدنظر رکھ کر نقد میں ادھار کی نسبت منافع، فوائد اور دوسری غذا بیوں کی فراوانی کی وجہ سے کچھ زیادتی آتی ہے۔ ہم آسانی کے لیے اسے یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ "ان الزیادہ ھھنا لاجل الاجل لا لعوض الاجل" یعنی "یہاں پر زیادتی ادھار کی وجہ سے ہے۔ ادھار کے عوض میں نہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کے متعدد نظائر پائے جاتے ہیں جس میں ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی آتی ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کے بعض واقعات عملی طور پر اس کے شواہد ہیں۔

قرآن سے استدلال

قرآن مجید کی "آیت المداینہ" پر سوچ و فکر کرنے سے شاید اس حقیقت شناسی کے لیے مواد مل سکے۔ کہ اجل کی وجہ سے قیمت میں تفاوت جائز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے۔

> "خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے مقررہ مدت تک کئے ہوئے عقد سلم کے معاملہ کو اپنی کتاب میں "یایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الایہ" کی رو سے حلال قرار دیکر اجازت دی ہے[1]

اور حضرت ابن عمرؓ بھی فرماتے ہیں:۔

لاباس بالطعام الموصوف بسعر معلوم الی اجل معلوم[2]	ترجمہ:۔ مقررہ مدت تک مقررہ نرخ پر معلوم غلہ کے کاروبار میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] التفسیر المظہری ج ۱ ص ۴۱۴ [2] بخاری شریف ج ۱ ص ۳۰۰

معلوم ہوا کہ آیت مداینہ بنیادی طور پر "عقد سلم" کے بارے میں ہے۔ اور عقد سلم کی تعریف علماء نے یوں کی ہے۔

"بیع اجل بعاجل"[1]

اس اجمال کی حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی مشتری مقررہ شرائط کی رعایت کرتے ہوئے مثلاً کسی شخص کو ایک ہزار روپے دے کر یہ معاہدہ کرے کہ یہ رقم پیشگی وصول کر کے فلاں وقت مجھے گندم اس نرخ کے اعتبار سے دینے کے پابند رہو گے اور بائع بھی مقررہ شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے رقم وصول کر کے معاہدہ قبول کرے تو اسے "عقد سلم" کہا جاتا ہے خیر القرون کے دور سے لے کر آج تک بغیر کسی انکار کے یہ معاملات جائز اور مشروع ہیں۔ "عقد سلم" کی ماہیت پر غور و خوض کرنے کے بعد یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں۔ کہ مشتری وقتی طور پر یکمشت زرسلم کی ادائیگی پر تیار ہو کر مہینوں تک مبیعہ کی وصولی کے لیے انتظار کس جذبہ کے تحت کرتا ہے؟ کیا اس کے لیے خیر خواہی اور ہمدردی کا کوئی حسین جذبہ کارفرما ہے؟ کبھی نہیں۔ اگر خیر خواہی کا جذبہ ہوتا تو قرضہ حسنہ کی صورت میں بائع سے اس آڑے وقت میں تعاون کا ہاتھ بڑھا دیتا۔ متعدد شرائط کی رعایت کر کے پیشگی رقم دے کر مہینوں تک مبیعہ کی وصولی کے انتظار کرنے سے بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس بارگراں کے تحمل کے عوض اس کو مقررہ وقت پر مبیعہ ارزاں قیمت پر میسر ہو کیونکہ عقد سلم میں مبیعہ بازار کی قیمت سے بائع کو عموماً سستا پڑتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی عقد سلم کی مشروعیت میں اس فلسفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انما ابیح علی خلاف القیاس رفع حاجة الفقیر حالا عن نفقة عیاله القادر علی المسلم فیه مالا. وحاجة المشتری الی الاستربا ح لعیاله وهو بالسلم اسهل اذ یکون المبیع فی السلم نازلا عن قمیته فی البیع غالبا[2]

عقد سلم خلاف القیاس ہونے کے باوجود اس وجہ سے جائز قرار دیا کہ اس میں بائع اپنی خستہ حالی میں بچوں کے لیے خرچہ کا بندوبست کر کے مستقبل میں اس کی ادائیگی پر قادر ہو کر عہدہ براں ہو سکتا ہے جبکہ مشتری کو سلم میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ عموماً عقد سلم میں قیمت مروجہ قیمت سے ارزاں ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ عقد سلم میں زربیع کی پیشگی ادائیگی اور مبیعہ کی تاخیر سے قیمت کی مارکیٹ متاثر ہوئے بغیر نہ رہی عقد سلم میں ادھار یعنی نسیہ لازمی شرط ہے۔ اگر اس میں ادھار نہ ہو تو سلم کی حقیقت ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا جب "بیع عاجل بعاجل" میں نسیہ اور ادھار کی وجہ سے قیمت میں تفاوت کا آنا ممنوع نہیں۔ سود کے زمرہ میں نہیں آتا تو زیر نظر معاملہ یعنی ادھار میں جو "بیع عاجل بآجل" کی مخصوص صورت میں قیمت کا تفاوت کیوں ممنوع قرار دیا جا رہا ہے۔

---

[1] فتح القدیر ج ۶ ص ۲۰۴ [2] التفسیر المظہری ج ۱۰ ص ۴۱۵

یہ شبہ پیش کیا جائے کہ عقد سلم خلاف القیاس وارد ہو کر اس پر دوسرا معاملہ قیاس نہیں کیا جاتا کیونکہ عقد سلم غیر موجود مبیعہ کی فروخت کے جواز کی حیثیت سے خلاف القیاس ہے نہ ہم اس پر کوئی قیاس کرتے ہیں بلکہ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نقد اور ادھار میں مبیعہ یا ثمن کا متاثر ہو کر کمی یا زیادتی کا آنا شروع معاملہ ہے ربوا بالنسیئہ کے زمرہ میں نہیں آتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عملی واقعہ سے استدلال

نسیہ کی وجہ سے قیمت میں زیادتی آنے کے جواز کی نشاندہی ایک روایت سے بھی ہو سکتی ہے جس کا تعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی سے ہے۔ امام بخاری رح نے "باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیہ" کے عنوان سے باب باندھ کر یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی طور پر نقد کی طرح بعض اوقات ادھار سے ضروریات زندگی خریدیں۔ آپ نے اس میں حضرت عائشہ رض کی روایت لائی ہے جس میں آپ فرماتی ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتری طعاما من یهودی الی اجل ورهنه درعا من حدید[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے کچھ غلہ ادھار پر خریدا اور اپنا لوہے کا ایک بنا ہوا درع رہن میں رکھا۔

امام بخاری رح نے یہ روایت متعدد بار مختلف مسائل میں نقل کی ہے اس لیے نسیہ پر معاملہ کا جواز ناقابل انکار حقیقت ہے۔ موصوف بھی اپنے مقالہ کی ابتداء میں اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جہاں تک ادھار و قرض پر کوئی چیز بیچنے اور خریدنے کا تعلق ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے قطعی طور پر جائز ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت مداینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث پیش کر دینا کافی ہیں۔ جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں سے ادھار پر ضرورت کی چیزیں لینے کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہ بعض دفعہ ادائیگی کے وقت آپ نے بہتر طور پر ادائیگی فرمائی[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جیسے دوسرے معاملات کے مطالعہ سے قطع نظر ہم یہودی سے مذکورہ معاملہ کا جائزہ لیتے ہیں۔ ایک متعصب دشمن اسلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اور پھر اس کے بعد روزمرہ ضرورت، آنے والی چیز "درع" کو رہن کرنے کے پس پردہ واقعات کے جائزہ سے جو صورت سامنے آتی ہے اس میں زیر نظر مسئلہ کے جواز کے لیے قوی مستدل موجود ہے۔ اس پس پردہ حقیقت جاننے کے لیے ہمیں اس واقعہ کا مطالعہ مدینہ منورہ کے معاشی حالات کو مد نظر رکھ کر کرنا ہوگا۔

---

[1] بخاری ج ۲ صـ ۲۷۶ [2] الحق ج ۲۷ شمارہ ۳ صـ ۲۲

ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرہ میں جب کسی چیز کی مانگ زیادہ ہو تو اس کا گاہک بھی زیادہ ہوتا ہے اور جب خریدار زیادہ ہوں تو اس چیز کے بدلنے کے مواقع وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں ایسے وقت میں بائع نسیہ کی نسبت سے نقد کو زیادہ ترجیح دیتا ہے الا یہ کہ نسیہ میں اگر کہیں مالی منفعت بہ نسبت نقد کے زیادہ ہو تو پھر صوابدید پر فیصلہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ کے وقت مدینہ منورہ کی معاشی حالت کے حوالہ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مدینہ منورہ میں غلہ کی ضرورت بہت زیادہ تھی۔ عموماً لوگوں کو بیرونی قافلوں کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا۔ اور جب کبھی قافلہ آنے کی خوشخبری سنائی جاتی تو فاقہ زدہ معاشرہ کی حالت بسا اوقات غیر ہو جاتی اور اپنی جان کی خبر تک نہ رہتی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب صحابہ کرام کو قافلہ آنے کی خبر اس وقت پہنچی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو صحابہ کرام کی کثیر تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلے چھوڑ کر قافلہ کی طرف دوڑ پڑے جس پر سورہ الجمعہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ خرید و فروخت کی مارکیٹ پر یہودی چھائے ہوئے تھے وہ قافلہ سے غلہ خرید کر بعد میں من مانی قیمت پر فروخت کرتے تھے ان کو نقد کا گاہک ایسی ضرورت کی اشیاء میں لازمی طور پر میسر تھا۔ یہ لوگ نقد کی نسبت ادھار کو ترجیح کسی شوق کی وجہ سے نہیں دیتے۔ بلکہ مالی منفعت کی خاطر یہ لوگ ادھار کا معاملہ کرتے۔ ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادھار کے معاملہ سے غالب گمان ہے کہ نقد کی نسبت سے ادھار میں قیمت کا تفاوت لازمی طور پر اختیار کیا گیا ہو۔ ورنہ یہودی کو نقد کے گاہک ملنے کے باوجود ادھار کا معاملہ کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ مالی منفعت اور زیادہ قیمت کی وصولی کے سوا یہودی کے اس اقدام کے لیے اور کوئی دوسرا محرک نظر نہیں آتا۔

اس میں اس کا احتمال بھی نہیں کہ یہودی نے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض احسان کے جذبہ سے حسن سلوک کر کے محض نقد کی قیمت پر بطور ادھار دیا ہو۔ کیونکہ " لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا " کے صریح ہونے کے باوجود یہودیوں جیسی متعصب قوم سے مسلمانوں کے ساتھ اور خاص کر سرور دو عالم سے خیر خواہی، حسن سلوک اور مواسات کے جذبات کی توقع کرنا بے سود ہے۔ بلکہ حدیث میں " ورہنہ درعہ " کے الفاظ سے بھی خیر خواہی کے جذبہ کی تردید ہو رہی ہے آخر کار جب ہمدردی مقصود تھی تو آپ سے توثیق کے لیے رہن کا مطالبہ کیوں کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی درع بطور رہن رکھنے کے لیے کیسے تیار ہوتے جو آپ کی مجاہدانہ زندگی کی روزمرہ ضرورت تھی۔

یہ ایسے امور ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں نسیہ کی صورت میں نقد کی نسبت سے قیمت زیادہ رکھی گئی ہو۔

خیر القرون میں زیر بحث مسئلہ کا عملی ثبوت

مذکورہ شہادات کے علاوہ صحابہ کرام کی زندگی میں ہمیں ایسا واضح غیر مبہم اور ٹھوس ثبوت ملتا ہے۔ جس سے مسئلہ کی شرعی حیثیت خود بخود واضح ہوتی ہے کہ اس کے جواز میں صحابہ کرام کے دور میں کوئی خلاف نہیں تھا اور صحابہ کرام خود ایسے معاملات کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور زید بن ارقم کے واقعہ میں اس کی صریح دلیل ہے۔ امام احمد کی روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سیدنا امام ابوحنیفہؒ کے واسطہ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان امراة قالت لعائشةؓ ان زيد بن ارقم باعني جاريته بثمانمائة درهم ثم اشتراها مني فقالت ابلغيه عني ان الله قد ابطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لم يتب۔[1]

ترجمہ:۔ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کی کہ زید بن ارقم نے مجھ پر ایک لونڈی آٹھ سو روپے پر فروخت کرکے دوبارہ چھ سو روپے پر خریدی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میری طرف سے زید بن ارقم کو یہ پیغام پہنچاؤ۔ اگر اس نے اپنے اس کئے ہوئے کام سے توبہ نہ کی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ جہاد ضائع کردے گا جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں کیا ہے۔

اگرچہ اس روایت میں نقد اور نسیہ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لیکن مسند احمد کی روایت میں اس پر یہ اضافہ آیا ہے۔

انی بعت من زيد غلاما بثمانمائة درهم نسيئة واشتريته بستمائة نقدا[2]

ترجمہ:۔ کہ میں نے اس سے آٹھ سو روپے ادھار پر غلام خرید کر چھ سو روپے نقد پر دوبارہ اس پر فروخت کی ہے۔

اس روایت کو دیکھ کر میرے خیال میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہونی چاہیے کیونکہ زید بن ارقم کے اس معاملہ میں نقد کی قیمت اگر چھ سو روپے ہے تو ادھار کی قیمت آٹھ سو روپے مقرر کی جا رہی ہے۔

شاید اس پر کسی کو شبہ ہو، ممکن ہے کہ یہ حضرت زید بن ارقم کا انفرادی عمل ہو۔ دوسرے صحابہؓ آپ سے اتفاق نہ رکھتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس پر مطلع ہوکر بہت سخت الفاظ میں پیغام بھیجا کہ اگر اس نے اپنے کئے ہوئے کام سے رجوع نہ کیا۔ تو اس کا جہاد جیسا مبارک عمل ضائع ہوگا گویا آپ نے یہ اقدام گناہ کبیرہ سمجھ کر دوسرے اعمال کے لیے مبطل قرار دیا۔

---

[1] فتح القدیر ج ۶ صفحہ [2] فتح القدیر ج ۶ صفحہ

لیکن یہ شبہ بے بنیاد ہے کیونکہ یہاں پر حضرت زید بن ارقم کے اس معاملہ میں دو چیزیں ہیں پہلی چیز یہ ہے کہ نقد اور نسیہ کی قیمت میں آپ نے تفاوت رکھا دوسری چیز یہ ہے کہ آپ نے خود اپنے فروخت کئے ہوئے غلام یا لونڈی کو دوبارہ کم قیمت پر قبل نقد الثمن خرید کر بظاہر سودی معاملہ کا ارتکاب کیا حضرت عائشہؓ کے انکار کا تعلق اول الذکر مسئلہ سے نہیں بلکہ اتنی شدت سے انکار آپ نے دوسرے معاملہ کو مدنظر رکھ کر کیا۔ آپ نے یہ ربوٰ کی ایک ذیلی شکل قرار دیکر اس پر ربوٰ کی آیت تلاوت کی پھر ربوٰ کا تعلق بھی اول معاملہ سے نہیں تھا۔ یعنی نسیہ میں اس چیز کی قیمت اٹھ سو روپے مقرر کرنے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ اگر صرف یہ عقد ہوتا تو اس پر انکار کی گنجائش نہ رہتی لیکن دوسرے معاملہ میں کہ اپنی فروخت کی ہوئی چیز کو قبل نقد الثمن کم قیمت پر خریدنے میں سودی عناصر نظر آرہے تھے۔ اس لیے آپ نے انکار کیا اور پہلا معاملہ بھی اس اعتبار سے درست نہ رہا۔ کہ دوسرے حرام معاملہ کی پوری عمارت اس پر بنی ہوئی تھی۔ اس لیے حضرت عائشہؓ نے دونوں پر انکار کرکے فرمایا کہ بری ہے وہ چیز جو تو نے خریدی اور فروخت کی جلال الدین الخوارمی اس تفرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وانما ذمت البیع الاول وان کان	آپ نے پہلے بیع کی مذمت بھی کی۔ حالانکہ یہ
جائزاعند ھا لانھا صارت ذریعة	آپ کے ہاں بھی جائز معاملہ تھا کیونکہ یہ دوسرے
الی البیع الثانی ھوموسوم بالفساد[1]	ناجائز اور فساد عقد کے لیے ذریعہ تھا۔

یہی وجہ ہے آپ کے کلام میں "بئس ماشریت واشتریت" بری ہے وہ چیز جو تو نے خریدی اور فروخت کی" عقد ثانی باعتبار وجود متوخر ہونے کے باوجود آپ نے ذم کرتے ہوئے پہلے ذکر کیا کیونکہ بنیادی طور پر اس کی مذمت مقصود تھی۔

حضرت زید بن ارقم کے اس تفاوت پر اقدام اور حضرت عائشہؓ کا تفاوت پر خاموشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادھار کے معاملہ میں قیمت کا تفاوت خیر القرون کے معاشرہ میں بھی مروج تھا اس پر کوئی انکار نہیں کر رہے تھے۔ اور نہ کسی نے اس کو " ربٰو النسیة " میں شمار کیا۔ (جاری ہے)

[1] الکفایہ علی الہدایہ، فتح القدیر ج ۶ صفحہ ۷

مولانا محمد شہاب الدین ندوی (انڈیا)

زکوٰۃ اور مصالح عامہ

ایک اہم حدیث اور علمائے امت کا ایک فیصلہ

حدیث رسول اور فی سبیل اللہ کی عمومیت

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہونا "بنص حدیث" ثابت ہے اور اس میں حج کا شامل ہونا ایک شاذ قول ہے، جب کہ اس کی عمومیت کا دعویٰ کرنا (کہ اس میں تمام امور خیر داخل ہیں) ایک بدعت ہے، جو موجودہ دور کے چند "متجددین" یا منحرف لوگوں کا قول ہے۔

مگر جیسا کہ راقم الحروف نے اپنے مضامین میں بحث کی ہے حدیث نبوی کی رو سے فی سبیل اللہ سے جہاد مراد ہونا محض بطور جواز ہے نہ کہ اس کا واحد مفہوم و مصداق، کیونکہ وہ بطور اشارۃ ثابت ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس فی سبیل اللہ میں حج کی شمولیت صراحتاً مذکور ہے۔ اسی طرح اس میں تعلیم و تدریس کی شمولیت کا تذکرہ بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا یہ تینوں امور تو نطق رسول کی رو سے فی سبیل اللہ میں بغیر کسی تاویل کے داخل ہیں اب رہا یہ معاملہ کہ آیا اس میں دیگر تمام امور خیر (یا مصالح عامہ) بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں بخاری و مسلم کی ایک حدیث سے جواز ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ متعدد شارحین حدیث نے اس پر کلام کر کے اس نظریہ کو درست قرار دیا ہے اور اسے بعد کے بہت سے فقہاء و مفسرین اور اہل علم کے اس مسلک کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے جس کی بنیاد پر انہوں نے فی سبیل اللہ کی عمومیت کا دعویٰ کیا ہے۔

چنانچہ بخاری کتاب الدیات اور مسلم کتاب القسامہ کے تحت مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر ایک مقتول شخص کا خون بہا (سو اونٹ) زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے ادا کیا۔

فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ ۔ [۱]

یہ ایسا شخص تھا جس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا تھا اور اس کے وارثین خیبر کے یہودیوں پر تہمت لگا رہے تھے کہ انہوں نے ہی اسے مار ڈالا ہے۔ مگر اس پر کوئی گواہ موجود نہیں تھا اور نہ ہی وہ قاعدہ کے مطابق یہود کو قسم کھلانے

[۱] بخاری باب القسامہ ۸/۴۲-۴۳، مطبوعہ استنبول، مسلم کتاب القسامۃ ۳/۱۲۹۴، مطبوعہ دار الافتاء ریاض

کے لیے تیار تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ وہ ایسے موقع پر قسم کھا کر (یعنی جھوٹی قسم کھا کر) صاف جھوٹ جائیں گے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے مقتول کا خون بہا زکوٰۃ کے مال سے ادا کر دیا تاکہ نزاع باقی نہ رہے۔

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ قاضی عیاض (م ۵۴۴ھ) کے بیان کے مطابق بعض علماء مصالح عامہ میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز سمجھتے ہیں اور ان کی دلیل یہ اور دوسری حدیث ہے۔ اور بقول ابن حجرؒ اس سلسلے میں دوسری حدیثیں بھی ہیں جو حج کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نیز موصوف قرطبی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدام حسن سیاست اور مصلحت عامہ کے پیش نظر کیا تھا۔ پھر وہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ بعض دیگر روایات کی بناء پر یہاں "زکوٰۃ کے اونٹوں" کے بجائے "اپنی طرف سے ادا کیا تھا" کہنا زیادہ صحیح ہے۔ مگر یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے راوی کی تغلیط نہ کی جائے[1]

وقد حمله بعضهم على ظاهره. فحكى القاضي عياض عن بعض العلماء جواز صرف الزكوٰة في المصالح العامة واستدل بهذا الحديث وغيره قلت، وتقدم شيء من ذلك في كتاب الزكوٰة في الكلام على حديث أبي لاس قال حملنا النبي صلى الله عليه وسلم على ابل من ابل الصدقة في الحج" وعلى هذا فالمراد بالعندية كونها تحت أمره وحكمه، وللاحتراز من جعل ديته على اليهود وغيرهم. قال القرطبي في "المفهم" فعل صلى الله عليه وسلم ذلك على مقتضى كرمه وحسن سياسته وجلبًا للمصلحة ودرءً للمفسدة على سبيل التاليف ولا سيّما عند تعذر الوصول الى استيفاء الحق. ورواية من قال" من عنده" أصح من رواية من قال " من ابل الصدقة " وقد قيل انها غلط والاولى ألا يغلط الراوي ما أمكن.

گویا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک قوت استدلال میں یہ دونوں اقوال برابر برابر ہیں۔ بالفاظ دیگر زکوٰۃ کا مال بوقت ضرورت مصلحت عامہ کے پیش نظر کسی بھی مصرف میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔

نیز اسی طرح امام نوویؒ نے بھی اس حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ شافعی عالم امام ابو اسحاق مروزیؒ

---

[1] فتح الباری از حافظ ابن حجر: ۱۲/ ۲۳۵، مطبوعہ ریاض۔

بھی اس قسم کے جواز کے قائل تھے کہ اس حدیث کے مطابق اس کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا جائے۔

وقال الامام ابو اسحاق المروزی من اصحابنا یجوز صرفها من اہل الزکوٰۃ لهذا الحدیث فأخذ بظاهرہ [1]

علمائے امت کا ایک فیصلہ

غالباً اسی حدیث کی بناء پر امت کے بعض قدیم علماء و فقہاء نے فی سبیل اللہ کی عمومیت کا فیصلہ کیا ہے اور بعد کے علماء و فقہاء اور مفسرین نے ان کی اس رائے کو معتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ علمائے امت کی ایک قابل لحاظ تعداد اس مسلک کی قائل و مؤید نظر آتی ہے۔ جن میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، مالکی بھی ہیں اور حنبلی بھی۔ اہل حدیث بھی ہیں اور ائمہ مجتہدین بھی، قدیم بھی ہیں اور جدید بھی۔ مثلاً حنفی علماء میں امام کاسانی صاحبؒ بدائع الصنائع (م ۵۸۷ ھ) علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق (م ۹۷۰ ھ) علامہ حصکفیؒ صاحب درمختار (م ۱۰۸۸ ھ) علامہ ابن عابدین شامی صاحبؒ ردّ المحتار (م ۱۲۵۲ ھ) اور علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی صاحبؒ روح المعانی (م ۱۲۷۰ ھ) وغیرہ ہیں۔ شافعی علماء میں امام ابو اسحاق مروزیؒ (م ۳۴۰ ھ[2])، امام قفالؒ[3]، امام رازی صاحبؒ تفسیر کبیر (م ۶۰۶ ھ) اور مفسر خازنؒ (م ۷۴۱ ھ) وغیرہ۔ مالکی علماء میں دیار مغرب کے ممتاز عالم حدیث قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ ھ) اور مفسر قرآن احمد صاوی مؤلف "الصاوی علی الجلالین" (م ۱۲۴۱ ھ) نظر آتے ہیں۔ علمائے مجتہدین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ ھ) اور یمنی عالم و مجتہد محمد بن اسماعیل صنعانیؒ (۱۱۸۲ ھ) صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام اور ان کے پیشرو ایک دوسرے یمنی عالم و محدث حسین بن محمد مغربی (م ۱۱۱۹ ھ) صاحب البدر التمام ہیں۔ اہل حدیث علماء میں نواب صدیق حسن خاں قنوجی بخاریؒ (م ۱۳۰۷ ھ) اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۳۶۷ ھ) ممتاز ہیں۔ حنبلی علماء میں عام طور پر فی سبیل اللہ میں غازی مراد ہونے کی بہ نسبت حج مراد ہونے کو ترجیح حاصل ہے[4]

---

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی، ۱۱/۱۴۸، مطبوعہ دارالافتاء ریاض۔ [2] بقول امام نوویؒ یہ عراق و خراسان میں فقہ شافعی کے بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں (دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات ۲/۱۷۵، مطبوعہ بیروت)۔

[3] قفال کے نام سے دو شافعی فقہاء مشہور ہیں اور دونوں ہی اپنے دور کے زبردست علماء شمار کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک قفال کبیر (م ۳۶۵ ھ) ہیں اور دوسرے قفال صغیر (م ۴۱۷ ھ) ان دونوں کے حالات کے لیے دیکھئے "طبقات الشافعیہ" ابن قاضی شہبۃ دمشقی، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد۔

[4] دیکھئے الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذهب الامام أحمد بن حنبل علاء الدین ابو الحسن المرادی، ۳/۲۳۵، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۰ ھ۔

اسی طرح موجودہ دور میں شیخ رشید رضا مصریؒ (م ۱۳۵۴ھ) شیخ احمد مصطفیٰ مراغیؒ سابق شیخ الازہر (م ۱۳۷۱ھ) شیخ محمود شلتوتؒ سابق شیخ الازہر (م ۱۳۸۳ھ)، شیخ حسنین مخلوف (سابق مفتی مملکت مصر) اور مشہور مفسر سید قطبؒ (م ۱۳۸۷ھ) صاحب "فی ظلال القرآن" وغیرہ ہیں۔ نیز برصغیر ہند و پاک میں مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ (۱۳۳۵ھ) صاحب تفسیر حقانی، مفتی محمد شفیعؒ صاحب تفسیر معارف القرآن، مولانا اشرف علی تھانویؒ (م ۱۳۶۲ھ) علامہ سید سلیمان ندویؒ[1]، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، مولانا ابو اعلیٰ مودودیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا منظور نعمانی اور دیگر بہت سے علماء و مفتی صاحبان بھی اس کے قائل ہیں۔ اور ان کے رایوں کے اقتباسات آگے آرہے ہیں۔

قائلین عموم کے تین گروہ

مگر واضح رہے ان علماء و مفسرین اور مفتی صاحبان میں جو حضرات فی سبیل اللہ کو جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں مانتے انہیں تین زمروں (گروپوں) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ایک زمرہ یا گروہ وہ ہے جو اس میں ہر کار خیر کو شامل قرار دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو مردوں کی تکفین اور مسجدوں کی تعمیر وغیرہ کے لیے بھی صحیح قرار دیتا ہے۔

۲۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو فی سبیل اللہ میں ہر کار خیر کے شامل ہونے کا قائل تو ہے مگر اس سے مردوں کی تکفین یا کسی مسجد کی تعمیر وغیرہ کو درست نہیں سمجھتا۔

۳۔ اور تیسرا گروہ وہ ہے جو فی سبیل اللہ کے دائرہ کو عام کئے بغیر اس میں صرف طلبہ یا اہل علم کی شمولیت کا قائل ہے۔

اب اس موقع پر یہ بحث نہایت دشوار ہے کہ ان میں سے کونسا گروہ برحق ہے کیونکہ ہر گروہ کے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ ہاں البتہ گنجائش نکل سکتی ہے مگر کوئی حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

شاہ ولی اللہ کا ارشاد گرامی

بہرحال اس سلسلے میں ایک بات ذہن میں رہنی چاہیئے جس کی وجہ سے یہ مشکل مسئلہ بآسانی حل ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی بے نظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" میں اشارہ فرمایا ہے کہ مسلمان کے بیت المال میں سوائے مال زکوٰۃ کے اور کوئی چیز موجود نہ ہو تو اس صورت میں اپنی شہری و تمدنی ضروریات کے تحت زکوٰۃ کے مال میں (فی سبیل اللہ کے تحت) توسیع کی جاسکتی ہے۔ اور شاہ صاحب نے اس سلسلے میں بطور دلیل وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن کے

---

[1] واضح رہے مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ دونوں جو عمومیت کے قائل ہیں تو یہ بات سورۃ بقرہ کی آیت ۲۷۳ کے تحت ہے، نہ کہ سورۃ توبہ والی آیت کے تحت، مگر چونکہ یہ دونوں آیتیں نہ صرف ایک ہی موضوع سے متعلق ہیں بلکہ ایک دوسرے کی تفسیر بھی کر رہی ہیں اس لحاظ سے ان دونوں حضرات کی طرف اس نظریہ کی نسبت صحیح قرار دی جاسکتی ہے۔

مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے اونٹ اٹھا کر حج کرنے والوں کو دے دیتے تھے۔ اور بعض صحابہ کرام کا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔

..... والسرّ فی ذالک ان الحاجات غیر محصورۃ، ولیس فی بیت المال فی البلاد الخالصۃ للمسلمین غیر الزکوٰۃ کثیر مال۔ فلابدّ من توسعۃ لتکفی نوائب المدینۃ واللہ اعلم[۱]۔

اس موقع پر یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ موصوف نے یہ بات مسلم شکوہتوں کو ذہن میں رکھ کر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال میں سوائے زکوٰۃ کے کوئی دوسری رقم موجود نہ ہو تو اس صورت میں شہری ضروریات کی رو سے فی سبیل اللہ میں توسیع کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر مسلمانوں کا سرے سے کوئی بیت المال ہی نہ ہو یعنی مسلمانوں کی اپنی کوئی حکومت ہی نہ ہو تو صاف ظاہر ہے کہ اس کی حاجت حد درجہ بڑھ جاتی ہے۔

غرض حضرت شاہ صاحبؒ کا علمی حلقوں میں جو مرتبہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ موصوف عصر حاضر کے ایک زبردست محدّث وفقیہ اور چوٹی کے مفکر و مجتہد تصور کئے جاتے ہیں اور ہر حلقے میں آپ کی رایوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں موصوف کی رائے نہایت درجہ وقیع اور باوقار ہے جس کے بعد مزید کسی قیل وقال کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

علمائے امت کی رائیں

اب جہاں تک ممکن ہو سکے مختصر طور پر مذکورہ بالا علماء، مفسرین اور فقہائے امت کی رائیں اصل حوالوں کے ساتھ بغیر کسی شرح کے مختصر طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

چنانچہ امام کاسانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ، " باری تعالیٰ کے قول (فی سبیل اللہ) سے مراد تمام امور خیر ہیں۔ لہٰذا اس میں ہر وہ شخص داخل ہو سکتا ہے جو اللہ کی فرمانبرداری اور خیر کے راستے میں جد وجہد کر رہا ہو، جب کہ وہ محتاج ہو۔

واما قولہ تعالیٰ (وفی سبیل اللہ) عبارۃ عن جمیع القرب، فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ وسبیل الخیرات، اذا کان محتاجاً[۲]

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ نے موصوف کے اس فتوے کو بطور سند نقل کیا ہے۔

وفسّرہ فی البدائع بجمیع القرب، فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعۃ اللہ تعالیٰ

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۴۵، مطبوعہ مصر۔

[۲] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، علاؤ الدین کاسانی ۲/۴۵، مطبوعہ کراچی۔

وسبیل الخیرات اذا کان محتاجاً[1]

پھر ان دونوں کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے بعد کے حنفی فقہاء و مفسرین نے ان کا اتباع کیا ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادیؒ نے علامہ ابن نجیم کی مذکورہ بالا عبارت لفظ بہ لفظ تفسیر میں نقل کی ہے[2]۔

اسی طرح علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ نے بھی امام کاسانی کے فتوے کو مستند قرار دیتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے۔

وفسّر فی البدائع بجمیع القرب[3]

وقد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب، فیدخل فیہ کل من سعی فی طاعة اللہ وسبیل الخیرات اذا کان محتاجاً[4]

یہ تھے حنفی علماء کے فتوے اور ان کی رائیں۔ اب رہے شافعی علماء، تو اوپر امام ابو اسحاق مروزیؒ کا قول گزر چکا ہے۔ امام رازیؒ جو شافعی ہیں تحریر کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کو اس کے ظاہری معنی کی رو سے صرف غازیوں کے ساتھ مخصوص ماننا صحیح نہیں ہے۔ پھر وہ اپنے ایک ہم مسلک عالم امام قفال کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ بعض دیگر فقہاء کے قول کے مطابق زکوٰۃ کو نیکی کے تمام امور میں صرف کرنا جائز ہے، جن میں مردوں کی تکفین، قلعوں اور مسجدوں کی تعمیر بھی شامل ہے۔

واعلم أن ظاهر اللفظ فی قوله (وفی سبیل اللہ) لا یوجب القصر علی کل الغزاة۔ فلهذا المعنی نقل القفال فی تفسیره عن بعض الفقهاء أنهم أجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی وبناء الحصون وعمارة المساجد۔ لان قوله (وفی سبیل اللہ) عام فی الکل[5]

مفسر خازنؒ نے فی سبیل اللہ کی تفسیر میں تین مسلک بیان کئے ہیں۔ (۱) اس سے غزوہ جہاد مراد ہے (۲) اس سے حج مراد ہے (۳) اس میں تمام امور خیر داخل ہیں پھر ترجیح اگرچہ پہلے مسلک کو دی ہے مگر تیسرے مسلک پر تفصیل کے ساتھ وہی باتیں بیان کی ہیں جو امام رازیؒ نے بیان کی ہیں۔

---

[1] البحر الرائق شرح کنز الدقائق، زین الدین ابن نجیم، ۲/۲۴۲، کراچی۔

[2] تفسیر روح المعانی، آلوسی بغدادی، ۱۰/۱۲۳، مطبوعہ بیروت۔

[3] درمختار برحاشیہ ردالمحتار، ۲/۶۷، مطبوعہ کوئٹہ (پاکستان)

[4] ردّالمحتار، ۲/۶۷، مطبوعہ کوئٹہ۔ [5] تفسیر کبیر، ۱۵/۱۱۳، طبع جدید۔

وقال بعضهم ان اللفظ عام فلا يجوز قصره على الغزاة فقط۔ ولهذا أجاز بعض الفقهاء صرف سهم سبيل الله الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد وغير ذلك قال لأن قوله وفي سبيل الله عام في الكل، فلا يختص بصنف دون غيره [۱]

مالکی علماء میں قاضی عیاض کا قول اور ان کی رائے حافظ ابن حجر کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے زمانۂ حال کے ایک مالکی فقیہہ ومفسر احمد صاوی تفسیر جلالین کے حواشی میں فی سبیل کے تحت تحریر کرتے ہیں "کہ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ وہ طلبہ جو تحصیل علم میں مشغول ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں اگرچہ وہ مالدار ہوں، جب کہ ان کا حق بیت المال سے منقطع ہو چکا ہے کیونکہ وہ مجاہد ہیں۔

ومذهب مالك أن طلبة العلم المنهمكين فيه لهم الأخذ من الزكوٰة ولو اغنياء، اذا انقطع حقهم من بيت المال، لأنهم مجاهدون [۲]

علمائے مجتہدین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے گرامی اوپر نقل کی جا چکی ہے۔ اس سلسلے میں یمنی عالم ومجتہد محمد بن اسماعیل صنعانی نے تحریر کیا ہے کہ فی سبیل اللہ میں غازی ہی کی طرح وہ لوگ بھی داخل ہیں جو مسلمانوں کے مفاد کے لیے کام کر رہے ہوں، جیسے قضاء، افتاء اور تدریس وغیرہ۔ اور ایسے لوگ مالدار ہونے کے باوجود زکوٰۃ سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ نیز موصوف نے اس سلسلے میں ابو عبید اور امام بخاری کا بھی حوالہ دیا ہے

قال الشارح ويلحق به من كان قائمًا بمصلحة عامة من مصالح المسلمين كالقضاء والافتاء والتدريس وان كان غنيًا. وأدخل ابو عبيد من كان في مصلحة عامة في العاملين. وأشار اليه البخاري حيث قال (باب رزق الحاكم والعاملين عليها) وأراد بالرزق ما يرزقه الامام من بيت المال لمن يقوم بمصالح المسلمين كالقضاء والفتياء والتدريس فله الاخذ من الزكوٰة فيما يقوم به مدة القيام بالمصلحة وان كان غنيًا [۳]

اہل حدیث علماء میں نواب صدیق حسن خان کا فتویٰ نہایت اہم اور واضح ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ فی سبیل اللہ سے صرف جہاد مراد ہونے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا اسے اپنے لغوی مفہوم

---

[۱] تفسیر خازن: ۲/۲۳۶، مطبوعہ دار الفکر۔ [۲] تفسیر صاوی علی الجلالین: ۲/۱۳۲، مطبوعہ پاکستان

[۳] سبل السلام شرح بلوغ المرام: ۲/۶۳۴، مطبوعہ دہلی۔

کے مطابق اپنے عموم پر باقی رکھنا ضروری ہے۔

وأما سبيل الله فالمراد هنا الطريق اليه عزوجل. والجهاد وان كان اعظم الطرق الى الله عزوجل، ولكن لا دليل على اختصاص هذا السهم به. بل يصح صرف ذلك فى كل ما كان طريقًا الى الله عزوجل. هذا معنى الآية لغة، والواجب الوقوف على المعانى اللغوية حيث لم يصح النقل هنا شرعًا[۱]

اسی طرح ایک دوسرے اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اپنے ترجمۂ قرآن کے حواشی میں فی سبیل اللہ کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ "اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ہے، یعنی سامان جہاد وغیرہ مہیا کرنے بلکہ ہر نیک کام میں[۲]"

مصری علماء میں جہاں تک شیخ رشید رضاؒ کا تعلق ہے ان کے نزدیک فی سبیل اللہ سے صرف "جہاد" مراد ہے مگر وہ عسکری جہاد میں محصور نہیں ہے بلکہ اس کے تحت علمی و لسانی جہاد بھی آسکتا ہے اس موضوع پر موصوف نے اپنی تفسیر المنار میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے[۳]

شیخ احمد مصطفیٰ مراغی سابق شیخ الازہر اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ فی سبیل اللہ میں جس طرح اللہ کی رضامندی کی خاطر جہاد کرنا شامل ہے اسی طرح اس میں حج اور دیگر امور خیر بھی داخل ہیں، جیسے مردوں کی تکفین پلوں، قلعوں اور مساجد کی تعمیر وغیرہ۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ فی سبیل اللہ میں مسلمانوں کے وہ تمام مصالح عامہ داخل ہیں جن پر دین اور حکومت کا دارومدار ہے۔

وسبيل الله هو الطريق الموصل الى مرضاته ومثوبته، والمراد به الغزاة والمرابطون للجهاد. وروى عن الامام أحمد أنه جعل الحج من سبيل الله. ويدخل فى ذلك جميع وجوه الخير من تكفين الموتى وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد ونحو ذلك. والحق ان المراد سبيل الله مصالح المسلمين العامة التى بها قوام الدين والدولة دون الأفراد[۴]

(جاری ہے)

---

[۱] الروضۃ الندیۃ، صدیق حسن خان، ۱/۲۰۶، مطبوعہ قطر۔ [۲] قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر ثنائی، مطبوعہ دہلی۔

[۳] موصوف کے نظریات پر بحث کے لیے دیکھئے راقم سطور کی کتاب "زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں"، حصہ سوم، مطبوعہ فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور۔ [۴] تفسیر المراغی، احمد مصطفیٰ المراغی: ۹/۱۴۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۹۴ھ۔

Safety MILK

THE MILK THAT
ADDS TASTE TO
WHATEVER
WHEREVER
WHENEVER
YOU TAKE

YOUR SAFETY
IS OUR Safety MILK

يٰأيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.

مولانا نور محمد وانا، جنوبی وزیرستان

تحریک شاہ ولی اللہ کا ہدف "فک کل نظام"

روسی زوال اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے اضمحلال کے بعد اسلامی نظام کو متعارف کرنے کی ضرورت

آج جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دین جمہوریت جیسے اُم الاباطیل نظام کا ایک اہم اور معتدبہ حصہ، اشتراکی جمہوریت کے مہرے مشرق میں یکے بعد دیگرے بکھر رہے ہیں اور ایسی ذلت کے ساتھ کوئی اس پر آنسو بہانے والا نہیں، حالانکہ ماضی قریب تک غیروں کا تو کیا پوچھتے ہو، انہوں نے نہ صرف دور از کار تاویلات شروع کر کے سوشلزم کو مسلمان بنانا چاہا بلکہ اسے روح اسلام کے عین مطابق اقتصادی نظام قرار دینا شروع کیا تھا مگر آج ہر دیدہ ور نے دیکھا کہ لومڑی کے نرم و نازک پوست کے اندر کتنا خونخوار بھیڑیا پوشیدہ تھا۔

دوسری طرف مغرب کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کے اماموں (امریکہ، برطانیہ اور فرانس) نے اس بچی کھچی جمہوریت کو استحکام اور وسعت دینے کے لیے اپنی آخری بازی تک لگا دی، کہ اقتصادی، فوجی اور سیاسی امداد دینے کے لیے مغربی جمہوریت پر ایمان لانا شرط اول قرار دے دیا، مگر اس کے باوجود انہیں اسلامی ممالک میں مغرب کی لادین جمہوریت کا منحوس قدم جمتا نظر نہیں آیا۔ اب جبکہ انہیں صاف دکھائی دینے لگا کہ آج نہیں تو کل مغرب کی سرمایہ دارانہ جمہوریت کا بھی وہی حشر ہونا ہے جو مشرق میں اشتراکی جمہوریت کا ہوا تو جمہوریت کے امام اعظم امریکہ نے مسلمانوں کو اُلّو بنانے اور ایک نئے خوشنما کافرانہ نظام میں پھنسانے کے لیے "نیو ورلڈ آرڈر" جدید عالمی نظام کا نعرہ بلند کیا۔

ع بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من انداز قدت را می شناسم

"نیو ورلڈ آرڈر" کے فوائد اور نقصانات تو آنے والا وقت بتلائے گا لیکن صدر امریکہ جارج بش کے مذکورہ اعلان نے کم از کم اس بات پر تو مہر تصدیق ثبت کر دی کہ مسلمانوں کو دام تزویر اور قید فرنگ میں مزید غلام رکھنے کے لیے پرانا نظام (مغرب کی لادین جمہوریت) ناکافی ہے۔

مگر مسلمانوں کے بھولے پن کی داد دیجئے کہ وہ تا ہنوز نہ صرف یورپ کی سرمایہ دارانہ دین جمہوریت کو ... نے کے لیے اس کے ساتھ "سابقے اور لاحقے" ملانے اور دور از کار تاویلات کے درپے ہیں بلکہ اسے

دینِ اسلام سمجھ کر سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

زمانہ ماضی اور زمانہ حال کی عجیب مماثلت آج سے چودہ پندرہ سو سال پہلے کی طرف پلٹ کر اگر کرۂ ارض پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے اور پھر عرب کی سرزمین، جس کے آغوش میں امن کا گھر، بیت اللہ شریف ہے، پر نظر تھما دی جائے تو یقیناً ہر طرف کمزوروں کے کشت و خون، قتل و غارت گری، غنڈوں کے راج، شریفوں کی تذلیل، مے خواروں کے خرمستیاں، زناکاریاں اور بدامنی، حرام خوری کا بازار گرم نظر آئے گا، دیکھنے والا کھلی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رزاقیت پر ایمان و یقین اس حد تک نیست و نابود ہے کہ خانۂ توحید (بیت اللہ شریف) کے اندر سینکڑوں بناوٹی خدا براجمان ہیں، اور بھوک وافلاس کے ڈر کے مارے والدین اپنے جگر گوشوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں۔

ایک طرف مدبرینِ قوم سیاسی اور عوامی لیڈر اصلاحِ احوال کے لیے تمام مروجہ قوانین اور نظاموں کو آزما کر مایوس ہیں تو دوسری طرف مظلوم عوام زبانِ حال سے چیخ چیخ کر پکار رہے ہیں کہ اے خدا تیرے زمین و آسمان تیری خدائی میں، رحم و شفقت، عدل و انصاف، انسانی ہمدردی اور احسان، نام کی کوئی چیز ہے بھی؟

تمام برائیوں کا واحد علاج اسلامی نظام وقت کے تقاضے کے عین مطابق اللہ تعالےٰ نے اس وقت کے تمام مروجہ نظاموں (آسمانی اور انسانی نظاموں) کو منسوخ کر کے نیا اور دائمی نظام "نظامِ اسلام" نافذ کرنے کا فیصلہ فرمایا، اور انسانیت کے جملہ خرابیوں کو دور کرنے کے لیے قرآن کریم، خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک میں تھما کر بطور مصلح بھیجا، اور پھر جلد ہی چشم فلک نے دیکھا کہ انسانیت کا وہی خزاں رسیدہ بہار رشک جنت بنا، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

آمدم بر سر مقصد آج اس پندرہویں صدی ہجری میں کرۂ ارض (جو کہ سمٹ کر ایک گھر بنا ہوا ہے) پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو زمانہ جاہلیت کے جملہ مفاسد کا بلا کم و کاست ہر طرف دور دورہ ہے اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا کہ وہی مفاسد پہلے سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ شکل اختیار کر چکے ہیں مثلاً تیر و تلوار کی جگہ کلاشن کوف نے لی، شراب کی جگہ ہیروئن اور شبخون کی جگہ دن دہاڑے برسر بازار بلا مقصد اجتماعی قتل، دھماکوں اور تخریب کاری نے لی وغیرہ وغیرہ

ع تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

زمانہ حال و استقبال کا تقاضا اور شاہ ولی اللہؒ کا نعرۂ قلندرانہ آج گویا کہ زمانہ پیچھے کی طرف پلٹ کر زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) کے وہانے پر جا پہنچا ہے، کرۂ ارض کے جملہ انسانوں کے اجتماعی نظامِ معیشت میں انسانوں کے خود ساختہ قوانین

طاغوتی نظام رائج ہیں، خدائی نظامِ معیشت کی جگہ انسانی نظامِ معیشت جب کبھی اور جہاں کہیں نافذ ہوں تو وہ نظام جاہلیت ہی کہلائے گا اور لازمی طور پر وہ اپنے ساتھ زمانہ جاہلیت کی جملہ تباہیاں بلا استثنیٰ لائے گا۔

اقوامِ عالم کے لیڈران اور مدبرین اصلاحِ عالم کے لیے جملہ خود ساختہ نظاموں کو آزما کر اب مایوسی اور حیرانگی کے چوراہوں پر کھڑے ہیں انسانیت امن وامان، عزت وشرافت، عدل وانصاف کے لیے ترس رہی ہے وقت شدت سے متقاضی ہے کہ وارثانِ پیغمبر علیہ السلام "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ" اور جانشینانِ شاہ ولی اللہؒ "فک کل النظام" کا قلندرانہ نعرہ بلند کرکے میدان میں فاتحانہ عزم کے ساتھ اُتر آئیں اور شاہ ولی اللہؒ اور ان کے جانشینوں کے جادہ ومنزل کو منزل مقصود بنائیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے سفرِ حجاز کے دوران ۱۷۳۱ء میں "فک کل نظام" یعنی نظام اسلام کے سوا ہر نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا، کی اساس پر جو عالمی انقلاب کا پروگرام مرتب کرکے ایک انقلابی تنظیم قائم کی۔ اور اسلامی عادلانہ نظام کا قابلِ عمل خاکہ حجۃ اللہ البالغہ اور البدور البازغہ کے ابواب میں ہدیۂ ناظرین کیا، یہ گویا طاغوتی نظاموں پر علماء کے سرخیل کی اوّلین ضرب تھی۔

شاہ ولی اللہؒ فوجی انقلاب کے حامی تھے، مگر وہ فوجی انقلاب جو جہادِ اسلامی کے اصول پر یعنی جس کا نصب العین اعلاء کلمۃ اللہ ہو، اور جس کا ہر ایک مجاہد ذاتی اغراض سے یہاں تک بلند ہو کہ خود اپنی انا کو بھی فنا کر چکا ہو، اور نصب العین کے لیے قربان ہو جانے کو ابدی زندگی تصور کرتا ہو، ایسا انقلاب پیشہ ور سپاہیوں کے ذریعہ نہیں لایا جاسکتا، بلکہ ان رضاکاروں کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے جن کی ابتداء سے تعلیم وتربیت [illegible]ں طور پر کی گئی ہو، جو مقصدِ حیات اور نصب العین کو سمجھیں اور اصلاحی نظریات اور عقیدہ میں ڈھل جائیں اور ان کو کامیاب بنانے کے لیے قربان ہو جانا اپنی زندگی کا آخری مقصود بنالیں۔

شاہ صاحب نے سب سے پہلے یہی خدمت انجام دی، مستفیدین اور طلباء کی ذہن سازی کے لیے درس وتدریس، دعوت وتالیف کے ساتھ ساتھ عسکری اور فوجی ٹریننگ کے سنٹر قائم کیے مگر آپ کی زندگی نے وفا نہ کی۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، جانشین حضرت شاہ ولی اللہؒ

شاہ ولی اللہؒ نے اپنے انقلابی پروگرام "فک کل نظام" کی ذمہ داری اپنے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ذمے ڈال دی اور تحریک کے لیے اپنا جانشین منتخب فرمایا۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے والد ماجد کے منصوبے کی تکمیل کی خاطر جائدادیں گھر بار ضبط کروالتے، آپ کے اہل وعیال دہلی سے شہر بدر کرائے گئے، آپ نے ذلت اور توہین آمیز مصائب برداشت کیے مگر ولی اللہیؒ

تحریک، کو وہ جلا بخشی کہ اپنے شاگردوں اور قریبی رشتہ داروں میں اسلامی علوم کے ماہرین، میدان جہاد کے وہ شاہسوار پیدا کئے جن کے کارنامے رہتی دنیا تک یاد رہیں گے مثلاً مجاہد اعظم سید احمد شہیدؒ۔ (شاگرد) مولانا عبدالحیؒ علامہ دہرؒ، مجاہد سرحد (داماد و شاگرد) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (برادر زادہ و شاگرد)۔

نیز شاہ عبدالعزیزؒ نے عظیم برطانوی سامراج کے خلاف فتویٰ صادر فرما کر پورے برصغیر میں انگریز کے خلاف جہاد کے لیے فضا ہموار کی، شاہ ولی اللہؒ نے عسکری اور ذہنی انقلاب کا جو بیج بو دیا تھا، آپ کے صاحبزادے اور جانشین شاہ عبدالعزیزؒ نے اس بیج کی آبیاری کر کے ایسا پروان چڑھایا کہ آپ کی وفات کے زمانہ میں نہ صرف متحدہ ہندوستان میں بلکہ اس سے باہر تک "فک کل نظام" کے جذبہ سے لاتعداد مسلمان فرزند سرشار ہو چکے تھے۔

مجاہد اعظم سیّد احمد شہیدؒ اور آزاد قبائل

ولی اللھی انقلابی تنظیم کے سرخیل مجاہدین، سید احمد شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ اور سید اسمٰعیل شہیدؒ نے تحریک "فک کل نظام" کو ارتکازی شکل دینے اور جہاد کی کاروائیوں کے لیے سرحد کے آزاد قبائل سے زیادہ کوئی موزوں مقام نہیں دیکھا چنانچہ انہوں نے ۱۸۲۶ء میں آزاد قبائل کا رخ کیا اور وہاں پہنچتے ہی لاکھوں کی تعداد میں اسلام کے پروانے سید صاحب کے گرد جمع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے صوبہ سرحد کا صوبائی دارالخلافہ پشاور سے اٹک تک سکھوں سے آزاد کرا لیا لیکن جو کامیابی انگریز سامراج مجاہدین کے خلاف فوجی اور عسکری مہمات کے بل بوتے حاصل نہ کر سکا وہ کامیابی انگریز ڈپلومیسی، پروپیگنڈہ مہم اور انگریزی دارالافتاء کے فتووں نے بڑی آسانی سے حاصل کی انگریز کے کارندوں نے سید صاحب امیر جہاد، اور آپ کے ہندوستانی مجاہدین علماء اور رفقاء پہ سعودی وہابی کا فتویٰ لگایا۔ آزاد قبائل میں وہابیت پر مرچ مصالہ چھڑکا کر خوب تشہیر کرائی گئی آزاد قبائل کی اکثریت کی بے علمی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کی حقیقی نظام کے نفاذ کے لیے جلد بازی کے باعث وہابیت کے پروپیگنڈہ نے بہت جلد وہ نتائج برآمد کئے جس کی توقع شاید انگریز کو نہ تھی۔ قصہ مختصر ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے معرکہ میں سیّد صاحب اور شاہ اسمٰعیل شہید نے بمعہ دیگر مجاہدین جام شہادت نوش کیا جبکہ مولانا عبدالحیؒ اس سے پہلے بمقام اکوڑہ خٹک فوت ہو چکے تھے۔

بظاہر انگریز نے آزاد قبائل میں فضا موافق سمجھی سکھ حکومت ختم کر کے افغانستان تک پاؤں پھیلانا شروع کیا مگر اب آزاد قبائل وہابیت کے پروپیگنڈہ کی حقیقت سمجھ چکے تھے ولی اللھی انقلاب کے جہاد کے جذبہ سے سرشار تھے، چنانچہ انگریز افواج پر جملہ آزاد قبائل ٹوٹ پڑے۔

وزیرستان کے مولانا گلاب دین عرف وزیر ملا صاحب نے وزیر، محسود، دوڑ، خٹک اور بنوچی وغیرہ اقوام کے مجاہدین کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، ضلع کوہاٹ، ضلع بنوں، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان کے محفوظ علاقوں

الحق

[illegible] اور سکھ انہی افواج پر یلغار شروع کی (اس موضوع پر راقم کی مفصل کتاب "وزیر اور وزیرستان" کے عنوان سے زیر تحریر ہے) قصہ کوتاہ ولی اللہی تحریک نے سانحہ بالاکوٹ کے بعد بھی آزاد قبائل میں ہتھیار نہیں رکھے۔

سید شہید صاحب اور آپ کے پیروکاروں کا جہاد، انگریز مورخ کی نگاہ میں

سکھوں کی تاریخ کا مشہور مورخ کیپٹن کننگھم سکھ تاریخ میں لکھتا ہے "سید احمد کے عمل سے تو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ کافروں سے ان کا مطلب سکھ تھے لیکن حقیقت میں ان کے مقاصد کو صحیح طور سے سمجھا ہی نہیں گیا، ان کی مخالفت کا اصل نشانہ انگریزی طاقت تھی۔"

نیز آثار قدیمہ کا ماہر مسٹر میسن، انگریز جس نے افغانستان میں ۱۸۲۶ء سے ۱۸۳۶ء تک ۱۱ سال کا عرصہ کابل میں گزارا، اپنی یادداشت "میسن کی یادداشت" میں لکھتا ہے۔

"حکومت کابل اور حکومت پنجاب کے درمیان افغان قبائل ایک نئے قائد سید احمد کی زیر قیادت جمع ہو رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہندوستان کے دور دراز حصوں سے آنے والے بہت سے لوگ شامل ہیں۔ ان کی جھڑپیں پنجاب سکھ حکومت سے شروع ہو گئی ہیں مجھے اس نئی تحریک کے بہت سے حامیوں سے ملنے کا موقعہ ملا ہے۔ ان کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اس تحریک کا اولین مقصد سکھوں کی طاقت کو توڑنا اور پنجاب پر قبضہ کرنا ہے لیکن ان کے عزائم پورے ہندوستان اور چینی ترکستان سے وسط ایشیا تک مسلم علاقوں کو ایک متحدہ سلطنت کی صورت میں اپنے قبضہ میں لانا ہے۔"

یہ ہے شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے مدرسوں سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کا رنگ اور مقصدِ حیات کی ایک جھلک جس سے یہ امر بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ موسسینِ مدارس اسلامی کا مدارس اسلامیہ سے غرض و غایہ کیا تھا؟ اور تعلیم و تربیت کیا تھی؟

شاہ ولی اللہ کی تحریک جہاد کا دوسرا مرحلہ

سید احمد شہیدؒ نے آزاد قبائل میں جہاد اسلامی کی جو مشعل روشن کی تھی اس نے وقت گذرنے کے ساتھ قبائلی علماء اور روحانیین جیسے مولانا گلاب دین احمد زئی وزیر عرف وزیر ملا صاحب اور سوات کے روحانی پیشوا اخوند عبدالغفور صاحب وغیرہ کی قیادت میں پورے آزاد قبائل میں درخشندہ سورج کی شکل اختیار کی جس کی کرنیں دہلی پر بھی پڑنے لگیں چنانچہ قبائل میں تحریک جہاد کی شدت سے امید کی نئی کرن علماء ہند کو نظر آئی، دہلی کی جامع مسجد میں ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف متفقہ فتوی جہاد صادر فرمایا اور پھر تھانہ بھون میں فتوی کی تائید کے ساتھ ساتھ

حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی موجودگی میں حضرت حاجی امداد اللہ کے دست مبارک پر جملہ علماء حق اور قائدین تحریک ولی اللہی نے بیعت جہاد کرلی اور جہاد شروع کیا چونکہ یہ ایک طویل اور خونچکاں داستان ہے تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، اور بظاہر انگریزی سامراج کے خلاف یہ اقدام بھی ناکام ہوا۔

ولی اللہی تحریک فک کل نظام کا تیسرا مرحلہ

۱۸۵۷ء کی ظاہری ناکامی سے ولی اللہی قافلہ تحریک جہاد نے ہمت نہیں ہاری بلکہ ایک نئے عزم سے جہاد کا نیا محاذ کھول دیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے روح رواں مولانا محمد قاسمؒ نے ام المدارس الاسلامیہ دارالعلوم دیوبند کا نقطہ آغاز "انار کے درخت" کے سایہ میں محمود نامی طالب علم کو (جو بعد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے نام سے مشہور ہوئے) پہلا سبق پڑھایا۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے نوجوان محمود الحسنؒ کو "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ الآية" اور شاہ ولی اللہؒ کا قلندرانہ نعرہ "فک کل نظام" کے اسرار و رموز، عالمی اسلامی انقلاب کا بین الاقوامی منصوبہ اور اس کے حصول کے لیے واحد ذریعہ اسلامی جہاد، کی نہ صرف تعلیم و تربیت دی بلکہ یہ تمام ذمہ داریاں آپ کے نوخیز کندھوں پر ڈال دیں۔ (جاری ہے)

بقیہ تبصرہ کتب

تحقیقات مدون کی ہیں اور انہیں گیارہویں صدی ہجری میں پانچ سو علماء ربانی نے مرتب کر کے جو مجموعہ عربی زبان میں فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مرتب کیا ہے اور اس کی اہم مباحث کا حامل المتن اردو ترجمہ قاضی محمد صادق مثل صاحب نے محتاط انداز اور سلیس اردو میں نمبر وار احکام کے ساتھ شائع کرنے کی بائیس سالہ جو طویل محنت کی ہے اس کے نتیجہ میں قبل ازیں ۳۲ عنوانات پر مشتمل ۱۲۰۸۶ احکام بیس جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

اب نئی جلد میں طلاق کے احکام بھی شائع ہو گئے ہیں جس میں طلاق کا مفہوم، رکن، شرط، حکم، وصف، تقسیم اور جس کی طلاق واقع ہوتی ہے اور جس کی نہیں۔ صریح طلاق، زمانہ کی طرف منسوب طلاق، طلاق کو تشبیہ دینا اور طلاق کا وصف ذکر کرنا۔ طلاق قبل الدخول، طلاق بالکنایہ، تحریری طلاق، اور فارسی زبان میں طلاق کے احکام اردو عربی میں نمبروار اور ضروری حواشی سمیت شائع ہو چکے ہیں۔ ابواب ۲ عنوانات ۱۴ احکام ۲۳۴ - کاغذ اعلیٰ سفید، کتابت عمدہ طباعت عکسی، آرٹ پیپر کا دو رنگہ ٹائیٹل اور خوبصورت جلد سے مزین ہے مجلس منتظمہ اس صوری اور معنوی خوبیوں کی حامل کتاب کی اشاعت پر قابل تبریک ہے اور یہ کتاب طلباء و علماء و وکلاء و فضلاء، عربی دان اور اردو خوان سبھی علم دوست اصحاب ذوق کے لیے مطالعہ اور حوالہ کا لازوال خزانہ ہے۔

الحاج ابراہیم یوسف باوا (برطانیہ)

زندگی بے بندگی شرمندگی

یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اکثر مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مسلمانیت اور دینداری ساری کی ساری کلمہ و نماز اور مسجد کا دوسرا نام ہے جہاں بھی نظر اٹھا کر دیکھ لیں کہ ایک سے ایک خوبصورت اور شاندار مسجدیں بنائی جارہی ہیں جن پر مسلمانوں کے لاکھوں پونڈ صرف ہو رہے ہیں۔ یہ مساجد وہی حضرات تعمیر یا قائم کر رہے ہیں جو ہند و پاک اور دیگر ممالک میں پیدا ہوتے اور وہاں کے اچھے ماحول میں بڑے ہوئے۔ یہی وہ حضرات ہیں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں۔ ان حضرات کی مسلمانیت و دینداری کی منزل یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔ دیگر تمام اُمور میں (چند لوگوں کے سوا) ان حضرات میں کثرت سے تغیر و تبدّل آچکا ہے اگر مسلمانیت اور دینداری کا یہی نام اور تقاضا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مسجد ضرار بھی بنائی گئی تھی اور پکے اور سچے منافقین بھی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق ہوا بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ تم قربِ قیامت میں دیکھو گے کہ مسجدیں نمازیوں سے بھری پڑی ہوں گی لیکن ان میں خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے والا ایک شخص بھی نہ ہوگا۔ (مفہوم) یعنی احسان کے درجہ والی عبادت کرنے والا ایک شخص بھی نہ ہوگا، دلوں اور عملوں میں فتور پیدا ہو جائے گا مسلمانوں کی شکلوں میں گھومتے ہوتے ہیں کہ اجسام و قلوب پھٹے ہوئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم و کرم فرمائے آج ہماری حالت بھی ایسی ہی ہو چکی ہے حالانکہ شرعی اعتبار سے ہماری مسلمانیت و دینداری کا تقاضا!

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (ہم نے جن اور انسان کو ہماری عبادت کے لیے پیدا کیا) اور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً (اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ)

یعنی اے انسانو! اے مسلمانو! تمہاری زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ تم ۲۴ گھنٹے کی زندگی رب چاہی زندگی گزارو۔ اپنی مسلمانیت اور دینداری کو مسجد تک محدود نہ رکھو بلکہ زندگی کا ہر آن و لمحہ تم سے "احسان" والی زندگی چاہتا ہے ہر گھڑی یہ دھیان رہے کہ اس وقت میرا رب مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے! آج ہر شخص (جس میں اچھے اچھے خواص بھی ملوث ہیں) اپنی زندگی کا یہ مشغلہ بنا رکھا ہے کہ:

حرام و حلال کی تمیز کئے بغیر مال و دولت جمع کر لیا جائے۔

- بیٹا کماتا ہونے کے باوجود برسوں سے سرکاری (مہذب اور شریفانہ طریقہ سے بھیک کھائے۔
- سرکار کو دھوکہ دیتے ہوئے قسم نامہ پر جھوٹے دستخط کرکے سرکاری بھتہ وصول کرنے۔
- اولاد اور ماتحت کے افراد مکمل طور پر نصرانی زندگی گزار رہے ہیں اور جوان جوان بچیاں بے پردہ فرنگی سکولوں کالجوں، کارخانوں، دفتروں اور سٹوروں میں کمائی کے لیے جاتی ہیں جہاں ہر وقت کافروں مشرکوں اور شیطان نما انسانوں اور نامحرموں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔

باپ بھائی بیٹا اور شوہر صاحب مسجدوں کا چکر لگا رہے ہیں، نفل حج اور عمرہ پر عمرہ کر رہے ہیں اور تبلیغ دین کے لیے چلہ پر چلہ لگا رہے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر چوری پر سینہ زوری یہ کہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اتنے اتنے سالوں سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا مسلمانیت اور دینداری پائی ہے۔ یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ دھوکہ بازی کا سکہ نہیں چلے گا۔ وہاں تو اس زندگی کا سکہ چل سکے گا جس کا تقاضا مندرجہ بالا آیات میں کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دن حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصہ میں بھرے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے تو ان کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ آج آپ کے اس قدر غصہ کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

"میں عہد نبوت کی کوئی بات اب نہیں دیکھتا سوائے اس کے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہوکر نماز پڑھ لیتے ہیں اور بس! بقیہ امور میں بہت کچھ تغیر و تبدل محسوس کرتا ہوں۔"

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے لوگوں کو فرماتے:

"اگر تم صحابہ کرام کے دینی اخلاص اور ذکر و محنت کو) دیکھتے تو تم انہیں دیوانہ کہتے اور وہ تمہیں (تمہاری دینی غفلت اور حالت و کمزوری کو دیکھ کر) کافر کہتے۔"

اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اگر یہ مبارک حضرات ہمارے اس نازک دور میں مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر کیا فرماتے؟ ہماری "دودھ اور دہی" والی مسلمانیت اور دینداری کو دیکھ کر شاید یوں کہتے۔

؎ مسلمان نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اور دریافت فرماتے:

؎ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ آج ہم سے ایمانیت اور مذہبیت تو کجا، مسلمانیت بھی رخصت و جدا ہو رہی ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال پہلے ارشاد فرمادیا تھا کہ:...... "ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ صبح کا مسلمان شام کو کافر ہوجائے گا اور شام کا مسلمان صبح کو کافر ہوجائے گا"..... اور فرمایا کہ: "...... ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ فوج کی فوج دین اسلام سے خارج ہوجائے گی" اللہ تعالیٰ ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

بھائیو! ہمارے سامنے دو اور صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو مندرجہ بالا آیت کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے ۲۴ گھنٹے کی زندگی کا ہر آن و لمحہ رب چاہی زندگی گزاریں اور اپنی رعایا کی ایسی زندگی بنانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں یا اسلام دین کو سر سے سلام کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں "کچھ دودھ اور کچھ دہی" والی زندگی کا سکہ نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیوں کا نقشہ پیش کر دیا ہے۔ زندگی میں ہمگی کیسے آتے ذیل کے اقوال ملاحظہ فرمایئے اللہ کریم عمل کی توفیق دے۔

دعوت و تبلیغ کا اثر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ جب تک دعوت میں وہ دل شامل نہ ہو جو نورِ باطن سے منوّر اور دردمند ہے اور وہ بات دل کی گہرائی سے نہ نکلی ہو تو اس کا اثر نہیں ہو سکتا کہ زندگی میں انقلاب پیدا کر دے۔ (تعمیر حیات ۲۹-۷-۵)

گھر والوں سے دشمنی نہ کیجئے

حضرت مولانا محمد اسعد قاسمی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اعمال بد اور غفلت بے توجہی کوتاہی، لاپرواہی (کی وجہ سے نئی نسلوں کو اور اپنے اہل و عیال کو دین سے بیگانہ بناتے ہوئے ان کے اندر شرک، بے حیائی، عیش پرستی اور جرائم کا بیج ڈال رہے ہیں اور ان کا اور ہمارا مستقبل خراب کر رہے ہیں۔ خدارا ہوش میں آیئے اور اپنے گھر والوں کے ساتھ دشمنی نہ کیجئے۔ (الکوثر ۱-۱-۱۶)

تمہیں شرم نہیں آتی؟

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے پاس ایک ممتاز عالم اپنے بیٹے کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس کی (انگریزی سکول کے امتحان میں) کامیابی کے لیے دعا فرماویں تو فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنے لیے جنّت بنا رکھی ہے اور اس کے لیے جہنم؟ (ندائے شاہی)

واعظ و مبلغ پہلے خود عمل کرے

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں اپنے گھر سے اصلاح شروع کرتا ہوں پھر آپ نے بنو ہاشم میں ربیعہ بن حارث کا خون کا بدلہ جو باقی تھا معاف فرما دیا۔ جب واعظ و مبلغ خود عمل کرنا شروع کر دے تب دوسرے لوگ بھی عمل شروع کر دیں گے (دعوات حق جلد ۲ صفحہ ۵۲) آج ہم اپنے گھروں میں جہنم کی آگ بھڑکا کر دوسروں کی چنگاری بجھانے جا رہے ہیں۔ (ابراہیم)

اے میری امت! اے میری قوم!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بات کا خیال رہے کہ میدانِ محشر میں ساری اقوام جمع ہوں گی، ہر شخص کی گردن پر اعمال کا پلندہ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی گردن پر حج روزے زکوٰۃ نماز اور عبادات کی گٹھڑیاں ہوں اور تم میری امت ہو کر بھی کسی کا چرایا ہوا اونٹ، کسی کی چرائی ہوئی بکری اور زمین سر پر لادے پھرو (ایضاً صفحہ ۱۱۶) یعنی حقوق العباد میں کوتاہیاں مت کیجیو۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ردالمحتار لکھا ہے کہ ایک دانگ (یا دانق یعنی ۶ رتی چاندی کے برابر) حق العباد کے بدلہ میں ... (مقبول نمازیں دی جائیں گی (اور سب سے بڑا حق والدین اور اہل و عیال کا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اپنی رعایا کی دینی تعلیم و تربیت کرے)۔

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنّت
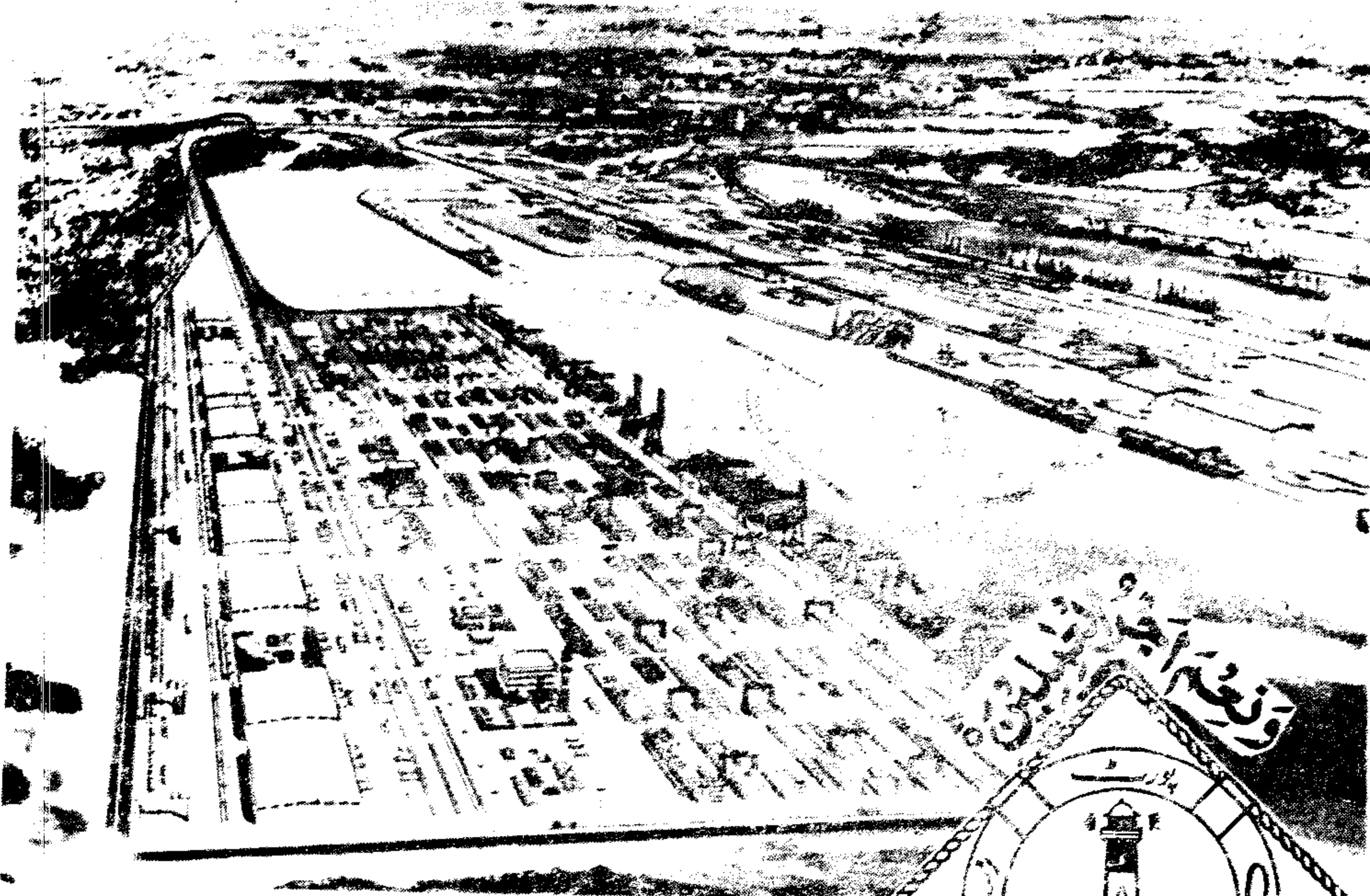
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینیرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT 4 86 PID Islamabad

جناب احسان اللہ فاروقی

عالم اسلام

نوآزاد مسلم ریاستوں کا سیاسی اور فکری نقشہ

وسطی ایشیا میں قرآنی تعلیم کی ضرورت

سوویت یونین کے خاتمے کے بعد وسطی ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستیں ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ افغانستان کے بعد پاکستان اسلامی دنیا میں ان ریاستوں کا قدیم ترین ہمسایہ ہے لیکن اہل پاکستان کو ان ریاستوں کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں سوویت دور حکومت میں اگر کوئی پاکستانی تاشقند جانا چاہتا تو اسے ماسکو سے ہو کر وہاں جانا پڑتا تھا حالانکہ پشاور سے تاشقند چند سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعے وہاں پہنچنے میں صرف دو گھنٹے لگتے ہیں۔ پچھلے دنوں پی آئی اے نے تاشقند کے لیے ہفتہ میں ایک پرواز شروع کر کے سنٹرل ایشیا اور پاکستان کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا۔ پی آئی اے کا طیارہ اپنی پہلی پرواز میں جن معزز مہمانوں کو لے کر تاشقند اترا ان میں ان کا تاثر یہ تھا کہ سنٹرل ایشیا کی اسلامی ریاستیں اگرچہ ماسکو کی غلامی سے آزاد ہو گئی ہیں لیکن انہیں پاؤں پر کھڑا ہونے میں ابھی کافی وقت لگے گا۔

روس ستر برس تک ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا ہے جس کے دوران حکمران کمیونسٹ پارٹی مذہب کو افیون قرار دیتی تھی۔ سوویت یونین نے اسلامی تاثرات مٹانے کی حتی المقدور کوشش کی لیکن روس کی غلامی سے رہائی پانے کے بعد معلوم ہوا کہ کمیونزم کو ان ریاستوں کا اسلامی تشخص ختم کرنے میں پوری طرح کامیابی حاصل نہیں ہوئی اگرچہ ان نوآزاد ریاستوں میں اسلام کا وہ غلغلہ نظر نہیں آتا جس کا مظاہرہ ہم پاکستان میں کرتے ہیں اور آبادی کی اکثریت کو کلمہ بھی یاد نہیں رہا ہے لیکن ان میں یہ احساس ضرور موجود ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور روسیوں سے الگ تشخص رکھتے ہیں انہوں نے بتایا کہ جب ہمارا جہاز تاشقند کے ہوائی اڈے پر اترا تو ہمارے اعزاز میں ازبکستان کے لوگوں نے فوک ڈانس کا اہتمام کر رکھا تھا۔ جس میں شریک لڑکیاں مغربی لباس میں ملبوس تھیں اس کے بعد ہوائی اڈے پر مشروبات کا اہتمام بھی موجود تھا جس میں ووڈکا بھی شامل تھی۔ یہ سب کچھ رمضان کے مہینے میں ہو رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ازبکستان سے کمیونزم کے اثرات ابھی پوری طرح زائل نہیں ہوئے اور اسلامی ثقافت کو آتے آتے ابھی خاصا وقت لگے گا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا

کہ ازبکستان کے اس دورے کے دوران ہم جہاں بھی گئے لوگوں نے ہم سے قرآن کے نسخے طلب کئے۔ ان کی دوسری ڈیمانڈ قلم کی ہوتی تھی اس طرح قلم اور قرآن عوام کی فوری ضرورت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی ثقافت کی طرح واپس لوٹنا چاہتے ہیں لیکن کمیونزم کے اثرات کے ختم ہونے اور اسلامی ثقافت کے آنے میں وقت لگے گا۔

اگرچہ ازبکستان اب ایک آزاد مملکت ہے لیکن اس کے موجودہ سربراہ اسلام کریموف وہی ہیں جو آزادی سے پہلے ازبکستان کی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہوا کرتے تھے۔ اس لیے لیڈرشپ میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ یہی حال دوسری اسلامی ریاستوں کا بھی ہے وہاں بھی ابھی زیادہ تر پرانی قیادت حکمرانی کے منصب پر فائز ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ سوویت یونین کی خفیہ تنظیم کے جی بی رسمی طور پر ختم کر دی گئی ہے لیکن اس کا کردار ختم نہیں ہوا بلکہ بعض دوسری ایجنسیاں کے جی بی کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں اور وہ ان کی اصطلاح میں بنیاد پرست مسلمانوں پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی حکومتی اور عوامی ڈھانچے میں کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آتی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت اتنی فوری ہوئی ہے کہ آزاد ہونے والی جمہوریتیں اس کے لیے ذرا بھی تیار نہیں تھیں۔ چنانچہ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کریں۔ انہوں نے کمیونسٹ نظام سے باہر کسی ڈھانچے کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اب کمیونزم تو ختم ہو گیا لیکن اس کا متبادل معرض وجود میں نہیں آسکا لہٰذا حکومتی ڈھانچے سے لے کر اقتصادی ڈھانچے تک ہر چیز پر غیر یقینی گمان ہوتا ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مستقبل کا نقشہ کیا ہو گا کیونکہ نئے نظام کو استحکام حاصل کرنے میں وقت لگے گا۔ کمیونزم کے خاتمے کے ساتھ ہی مارکیٹ اکانومی شروع ہو گئی لیکن نہ بنک اس کے لیے تیار ہیں نہ تاجروں کو اس کا کچھ تجربہ حاصل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت اسلامی ریاستوں کو فارن کرنسی کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اب تک ان کا سارا کاروبار روبل پر استوار تھا جو کبھی ڈالر سے مہنگا ہوا کرتا تھا لیکن اب ایک ڈالر کے ۱۲۰ روبل مل رہے ہیں۔ ازبکستان میں ایک شخص کی اوسط آمدنی سات آٹھ سو روبل ہے جو صرف چھ سات ڈالر بنتی ہے اس لیے وہاں سخت بے چینی پائی جاتی ہے انہوں نے بتایا کہ ہم نے ایک بنک سے کچھ ڈالر حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس دو تین سو سے زیادہ ڈالر موجود نہیں ہیں۔

وسطی ایشیا میں اسلامی ثقافت کی بحالی کے راستے میں ایک اور رکاوٹ یہ بھی ہے کہ سوویت یونین کے دور حکومت میں اسلامی ریاستوں میں بہت سے روسی نسل کے لوگ آباد کر دیئے گئے چنانچہ اس وقت ازبکستان میں تیس فیصد کے قریب آبادی سلاف نسل سے تعلق رکھتی ہے مقامی ازبک ان روسیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بسوں اور ٹرینوں میں وہ سلاف نسل کے لوگوں کو دیکھ کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں اس سلسلے میں کئی مرتبہ نسلی فسادات بھی ہو چکے ہیں لیکن ابھی یہ مسئلہ دبا ہوا ہے اس روسی نژاد لوگوں کا کلچر مسلم کلچر سے بالکل مختلف ہے یہ لوگ زیادہ تر شہروں میں آباد ہیں اور انہیں جدید ترین رہائشی سہولتیں حاصل ہیں۔ اس لیے باہر سے آنے والوں کا رابطہ پہلے پہل انہی لوگوں

...نا اور انہی کے کلچر کو وسط ایشیا کا کلچر سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی کلچر کے احیاء میں ابھی ...ہی دیر ہے۔ تاشقند اور سمرقند میں ازبک کلچر تو نظر آئے گا لیکن اسلامی کلچر کے مظاہر سوائے مساجد و مدارس کے اور کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ شاید اسی لیے بی بی سی نے پیش گوئی کی ہے کہ سنٹرل ایشیا میں کمیونزم کا آخری قلعہ ازبکستان ثابت ہوگا۔ ازبکستان کا رقبہ پاکستان سے نصف کے قریب ہے لیکن آبادی پاکستان کے پانچویں حصے سے بھی کم یہاں پورے سوویت یونین کی کپاس کا ۶۷ فیصدی پیدا ہوتا ہے جبکہ چاول کی پیداوار ۵۰ فیصدی ہے یہاں حکومت کی ملکیت میں ۱۶۰۰ صنعتی یونٹ ہیں جن میں ۴۸ لاکھ ورکر کام کرتے ہیں۔ شرح خواندگی ۹۵ فیصدی کے قریب ہے۔ ان صنعتی یونٹوں میں کاغذ اور ...کی ملیں، سیمنٹ اور سٹیل کے کارخانے اور ٹیکسٹائل مشینری بنانے کے کارخانے بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ٹرانسپورٹ ...ے تیار کرنے کا کام بھی ہوتا ہے۔ ازبکستان کی جمہوریہ میں تیل، گیس، کوئلہ، گندھک اور سونے کی کان کنی بھی ہوتی ہے ...ے کا اعلیٰ نظام موجود ہے اور ۳۴۸۰ کلومیٹر لمبی ریلوے لائن بچھی ہوئی ہے جس نے تمام صنعتوں کو مربوط کر رکھا ہے۔ ...کی لمبائی ۸۰۳۰۰ کلومیٹر سے زیادہ ہے۔ ازبکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے پھلوں کو محفوظ ...کی صنعت خاصی مضبوط ہے۔ ابھی اس کی اپنی ہوائی سروس شروع نہیں ہوئی لیکن تاشقند ایئرپورٹ پر ایروفلوٹ ... ۲۵ طیارے کھڑے تھے جو سوویت یونین ٹوٹنے کے بعد ازبکستان کے حصے میں آتے ہیں اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ...اس جمہوریہ میں ترقی کے کتنے مواقع موجود ہیں۔

ازبکستان جب سوویت یونین کا حصہ ہوا کرتا تھا تو اس وقت اس کا بحری اور بری راستہ ماسکو ہی تھا۔ اب ازبکستان ...آزاد ملک بن چکا ہے۔ ازبکستان کی طرح وسط ایشیا کے دوسرے مسلمان ممالک بھی آزاد ہو چکے ہیں اب وہ اپنے مستقبل ...ے میں سوچ و بچار میں مصروف ہیں۔ ازبکستان کو پاکستان کے ذریعے قریب ترین تجارتی راستہ مل سکتا ہے۔ لیکن ...لیے ضروری ہے کہ پہلے افغانستان کا مسئلہ حل ہو کیونکہ پاکستان اور ازبکستان کے درمیان افغانستان حائل ہے۔ دنیا ...سرے ممالک میں بھی ازبکستان سے تجارتی روابط قائم کرنے کے خواہشمند ہیں لیکن قدیم زمانے میں ازبکستان کی تجارت ...راستے سے ہوا کرتی تھی جس پر اب پاکستان واقع ہے اس لیے اگر افغانستان میں امن قائم ہو جائے تو ازبکستان اور پاکستان ...ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں بلکہ باہمی تجارت سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ...پاکستان تحمل اور بردباری کے ساتھ اپنے ازبک بھائیوں کی مدد کو آگے بڑھیں اور نعرے بازی کی بجائے ٹھوس کام کریں ازبکی ...پاکستان سے صحیح اسلامی نظام کے استفادے کے لیے پرجوش نہیں ہیں بلکہ وہ فکری رہنمائی کے لیے ترکی کی طرف ...رہے ہیں۔ لیکن یہ عبوری دور ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ عرصہ کے بعد وسط ایشیا کا سیاسی اور فکری نقشہ کیا ہوگا۔
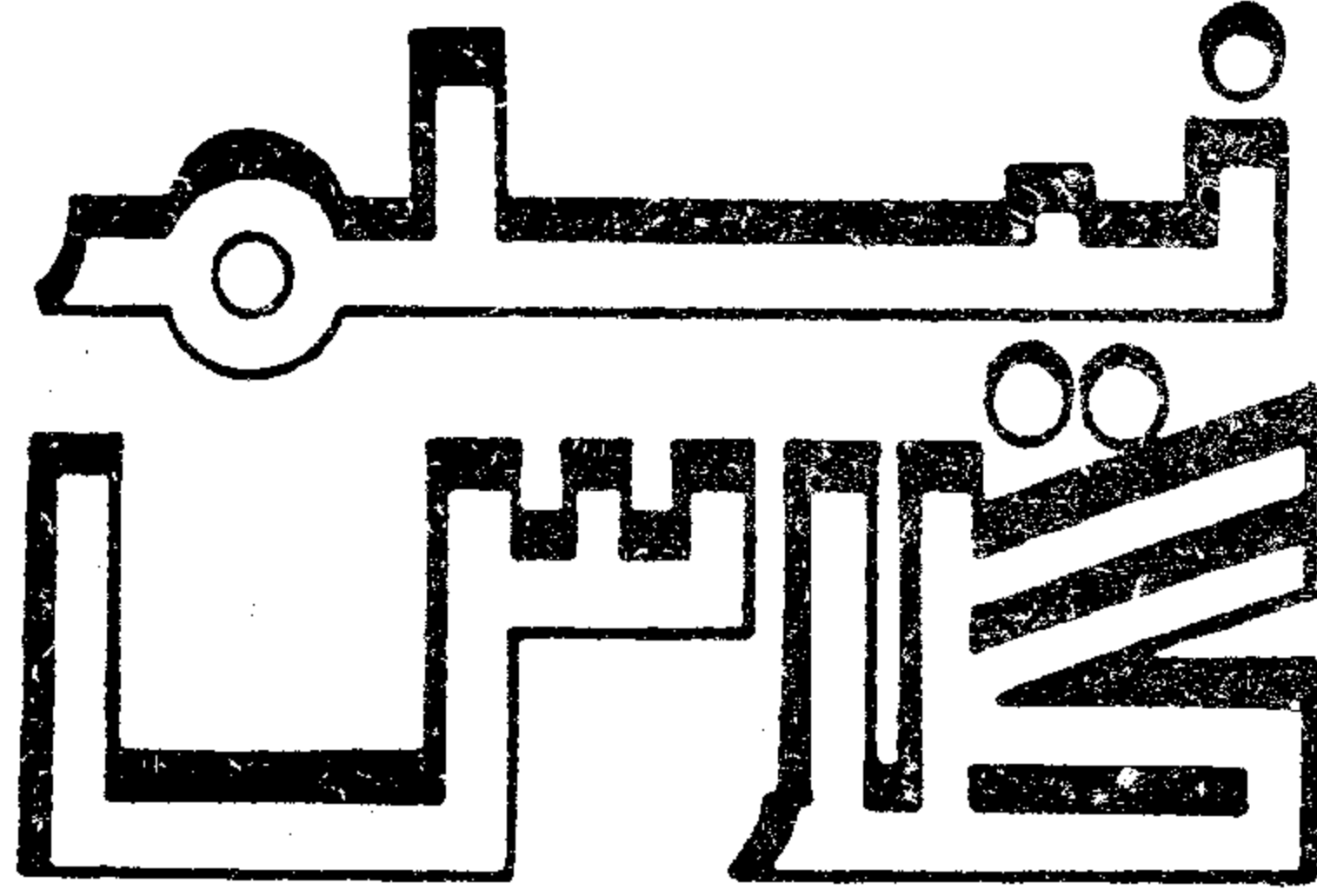
جناب مولانا مدرار اللہ مدرار صاحب

لفظِ جبین کے معنی پر ایک تحقیقی نظر

لفظ جبین کی تحقیق سے متعلق شائع شدہ مضامین کے علاوہ حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک، جناب ڈاکٹر حمید اللہ پیرس، مولانا عمر حیات ڈیرومی راولپنڈی اور مولانا عطاء الرحمن رحمانی ڈیرہ اسماعیل خان کے وقیع مضامین بھی موصول ہو چکے ہیں۔ جنہیں اگلے شمارہ میں شائع کیا جائے گا اس طرح بحث و تحقیق کے جدید و قدیم ماخذ اور استدلال و توضیح کے اسالیب پر مبنی ایک گلدستہ مضامین ارباب ذوق کو میسر ہو گیا ہے۔ ادارہ

موقر "الحق" بابت دسمبر ۱۹۹۱ء میں مولانا سید تصدق بخاری کا ایک مضمون زیر عنوان "جبین کروٹ ہے نہ تھا" نظر سے گذرا جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ جبین کا معنی کروٹ ہی ہے اور اس کا اطلاق کسی صورت میں بھی ماتھے پر نہیں ہو سکتا اور اکابر مفسرین نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کا واقعۂ قربانی کے سلسلے میں "وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ" کے ترجمے میں تسامح کا ارتکاب کیا ہے جس میں انہوں نے جبین سے کروٹ کی بجائے پیشانی مراد لی ہے، اور یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل گرایا۔ اس کے علاوہ انہوں نے امام محی السنہ بغویؒ کی معالم التنزیل سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اپنی صوابدید کا مطلب اخذ کیا ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے اور مفسرین امت نے اسی حدیث کی بنا پر ہی جبین کا ترجمہ پیشانی کیا ہے جس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

محترم مضمون نگار کا یہ ارشاد تو صحیح ہے کہ جبین پیشانی کے دائیں اور بائیں جانب دونوں کروٹوں کو کہا جاتا ہے لیکن یہ کسی نے نہیں کہا ہے کہ پیشانی پر اس کا استعمال شجر ممنوعہ ہے۔ متداول اور مشہور کتب لغت کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱) اکابر علماء کی مجلس ادارت نے "المنجد" کا اردو ترجمہ کیا ہے مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس پر مقدمہ لکھا ہے۔ جبین کے بارے میں "المنجد" مترجم کے الفاظ یہ ہیں۔

الجبین۔ پیشانی۔ پیشانی کی طرف ج اَجْبُنٌ وجُبُنٌ واَجْبِنَةٌ (المنجد ص۱۶۹)

۲) قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی ناظم دائرۃ المصنفین نے "قاموس القرآن" میں لکھا ہے۔

جبین۔ پیشانی (قاموس القرآن ص۱۷۱)

موصوف نے بیان اللسان میں بھی جبین کا معنی پیشانی کیا ہے۔

۳) غیاث اللغات نے بھی جبین کا معنی پیشانی کیا ہے۔ (ص۱۴۴)

۴) مشہور محدث ہند علامہ وحید الزمان وحید اللغات میں فرماتے ہیں۔

نَاتِئُ الْجَبِیْنِ ۔ بلند پیشانی ۔ بعضوں نے کہا جبین وہ مقام جو دو ابرو کے بال اگنے کی جگہ تک ہے تو ہر آدمی میں دو جبینیں ہیں جو چہرے کے دونوں طرف ہیں ۔ (وحید اللغات صد۸)

بخاری کی کتاب الوحی میں نزول وحی کی کیفیت کے بارے میں جو حدیث بیان کی گئی ہے اس میں صلصلۃ الجرس کے الفاظ آتے ہیں یعنی گھنٹی کی آواز کی طرح ۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ وحی کی یہ کیفیت مجھ پر سخت گراں گزرتی ہے ۔ اس سلسلے میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں ۔

وقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا ولقد رَأَیْتُہٗ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیَفْصِمُ عَنْہُ وَاِنَّ جَبِیْنَہٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقًا ۔

(رواہ البخاری کتاب الوحی)

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں "جبین" کا لفظ آیا ہے ۔ علامہ وحید الزمان نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لفظ جبین کا معنی پیشانی کیا ہے ۔ تجرید البخاری میں بھی جبین کا ترجمہ پیشانی ہی کیا گیا ہے ۔ یہاں میں زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فضل الباری شرح بخاری سے مذکورہ حدیث عائشہ رضؓ کا ترجمہ پیش کر دوں ۔ جس میں جبین کا معنی پیشانی ہی کیا ہے ۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں ۔

"حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کو سخت سردی کے دن اس حال میں دیکھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی تھی تو آپؐ کی پیشانی مبارک سے اس طرح پسینہ جاری ہوتا تھا کہ جیسے فصد لگا دی گئی ہو ۔　(فضل الباری شرح بخاری جلد اول صد۱۵۱)

اور ترجمے کے بعد آگے چل کر الفاظ کی مزید تشریح کے دوران دوبارہ جبین کا معنی پیشانی کیا ہے ۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہے کہ عادتاً گرمی میں زیادہ پسینہ پیشانی ہی سے جاری ہوتا ہے اور پہلی نظر پیشانی ہی پر پڑتی ہے اور یہی اس کا متبادر مفہوم ہے اور پیشانی کی کروٹیں ثانوی درجہ رکھتی ہیں ۔ ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ حضرات محدثین مذکورہ حدیث کے ذیل میں لفظ جبین کا معنی خواہ تدریس و تقریر کے دوران ہو یا تحریر میں پیشانی ہی سے کرتے ہیں ۔

محترم مضمون نگار نے مولانا بدر عالم میرٹھی کے حوالے سے فیض الباری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت کتاب الوحی میں درج نہیں ہے بلکہ "باب سجود الانف" میں مندرج ہے جس کا تعلق امام اعظم ابوحنیفہ کے اس مسلک سے ہے کہ زمین پر پیشانی کے بغیر صرف ناک رکھنے سے نماز ہو جاتی ہے مولانا بدر عالم میرٹھی نے حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی فیض الباری شرح بخاری پر حاشیہ لکھا ہے ۔ مضمون نگار کی پیش کردہ عبارت فیض الباری کی ہے اور "باب سجود الانف" میں درج ہے ۔ یہ پوری عبارت حسب ذیل ہے ۔

(باب سجود الانف) وھو روایۃ عن امامنا رحمہ تعالیٰ ونقل الشامی

الرجوع عنها فلا يجرى الاقتصار عليه الأمن عذرٍ قلت ولعل الامام لم يرجع عنه ثم اعلم ان الجبهة واحد والجبين اثنان وهما قرنا الرأس۔ (فیض الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۰)

ترجمہ۔ (ناک پر سجدہ کرنے کا بیان) اور یہ روایت ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور علامہ شامی نے اس قول سے امام اعظم کا رجوع نقل کیا ہے پس اس پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ مگر عذر کی حالت میں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید امام صاحب نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا پھر جان لو کہ جبہہ ایک ہے اور جبین دو ہیں اور وہ دونوں سر کے دو کنارے ہیں۔ یعنی ایک دائیں اور ایک بائیں۔

اس ساری عبارت کا خلاصہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک جبہہ کے بغیر زمین پر صرف ناک رکھنے سے بھی سجدہ جائز ہے۔ یہاں علامہ کاشمیریؒ نے یہ مزید وضاحت فرمائی کہ جبہہ ایک ہے اور جبین دو ہیں یعنی محل سجدہ جبہہ اور ناک ہے اور دونوں جبینیں سجدے کا محل نہیں ہیں اور جہاں تک پیشانی پر جبین کے اطلاق کا تعلق ہے تو علامہ کاشمیری نے اس کا انکار تو کجا اس کا ذکر ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے برعکس نزول وحی کی کیفیت والی حدیث کے بارے میں انہوں نے جو تقریر فرمائی ہے اس میں نہ تو دو جبینوں کا ذکر ہے اور نہ اس سے انکار فرمایا گیا ہے کہ وحی کی ثقالت کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی پیشانی مبارک سے زور کا پسینہ بہتا تھا بہرحال یہ حقیقت اپنے حال پر قائم ہے کہ جبین کا اطلاق پیشانی پر بھی ہوتا ہے اور دونوں کروٹوں پر بھی۔

پیشانی اور کروٹ کے مسئلے میں تطبیق

مضمون نگار صاحب نے حضرت شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ سے لے کر مولانا مفتی محمد شفیعؒ تک بہت سے اکابر دین کے نام لے کر یہ دعوی کیا ہے کہ ان سب سے "وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ" کے ترجمے (اور اس کو پیشانی کے بل پچھاڑا) میں تسامح ہوا ہے کہ کروٹ کی جگہ ماتھا لکھا۔ ہم کہتے ہیں کہ ان اکابر سے تسامح نہیں ہوا ہے بلکہ انہوں نے دراصل حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مدنظر رکھ کر یہ ترجمہ کیا ہے۔ مضمون نگار صاحب نے بھی معالم التنزیل کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے ابتدائی دو جملے لکھے ہیں جب کہ اس کی ساری عبارت چھوڑ دی ہے یہ حدیث معالم التنزیل۔ تفسیر خازن۔ الصاوی علی الجلالین وغیرہ متداول کتب تفسیر میں مروی ہے۔ ہم پہلے اس حدیث کا ترجمہ اور مطلب بیان کرتے ہیں اور پھر عربی ذوق رکھنے والوں کے لیے اس کی اصل عبارت بھی لکھیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی غرض سے زمین پر کروٹ پر لٹایا۔ پس اسمٰعیلؑ نے کہا کہ ابا جان! پہلے میرے ہاتھ پاؤں کو اچھی طرح باندھ دیں تاکہ میں اضطرابی حرکت

نہ کروں اور کہیں میرے خون کے قطروں سے آپ کے کپڑے آلودہ نہ ہو جائیں جس سے میرے اجر و ثواب میں کمی آجاتے۔ اور پھر کہا کہ اے میرے باپ! مجھے چہرے کے بل کروٹ سے لٹا دیں اس لیے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے۔ اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے تو مجھے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اسی طرح لٹایا پھر اس کی قفا یعنی گردن پر چھری چلانی شروع کی کہ اتنے میں ندا آئی کہ اے ابراہیمؑ بیشک تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

اب حدیث ابن عباسؓ کا متن ملاحظہ ہو۔

قال ابن عباسؓ اضطجعهٗ على الارض بين الجبينين فقال له ابنهٗ الذى اراد ذبحهٗ يا ابت اشدد رباطى حتى لا اضطرب واكنف عن ثيابك حتى لا ينتضح عليها من دمى فينقص اجرى
فقال الابن عند ذالك يا ابت كبنى لوجهى على جبينى فانك اذا نظرت فى وجهى رحمتنى وادركتك رقة تحول بين امر الله تعالىٰ لا انظر الى الشفرة فاجزع ففعل ذالك ابراهيمؑ ثم وضع الشفرة على قفاه فانقلبت السكين ونودى ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا۔

(معالم التنزیل بحاشیہ خازن جلد ۶ صـ۲۳) (تفسیر خازن جلد ۶ صـ۲۲)

حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع میں اسماعیلؑ کو سیدھا لٹایا تھا۔ لیکن چھری چلانے کے وقت اسمعیلؑ نے جو فرمائش کی اور جو وجہ بتائی اس پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے لخت جگر کو چہرے کے بل لٹایا اور ان کی گردن پر چھری چلانی شروع کی۔ جس پر حضرت الوہیت کی طرف سے انہیں چھری چلانے سے منع فرمایا گیا اور خوشخبری سنائی گئی کہ اے ابراہیمؑ بیشک آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔

جن اکابر نے جبین سے کروٹ مراد لی ان کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا ابتدائی حصہ تھا اور جن اکابر نے جبین سے پیشانی مراد لی۔ انہوں نے حدیث کے آخری حصے پر عمل کیا جس میں تصریح کی گئی ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے لختِ جگر کی فرمائش کے مطابق انہیں اوندھے منہ لٹایا اور ان کی "قفا" یعنی گردن پر چھری چلانی شروع کی تو ہمارے اکابر کے یہ دونوں طبقے راہِ صواب اور حق پر ہیں اور ان میں سے کسی طبقے سے معہودہ آیت کریمہ کے معنوں میں تسامح کی قسم کی کوئی چیز صادر نہیں ہوئی ہے۔ اور ان کا دامن اس قسم کی نسبتوں سے پاک و صاف ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ہمارے ان تمام اکابر کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتے اور ان کے علوم و معارف اور فیوض و برکات سے اہل اسلام کو ہمیشہ فیض یاب رکھے۔ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِينَا۔

حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صوبہ سرحد کے آسمان علم و فضل کا ایک تابناک اور ضیاء بار ستارہ جس نے اپنی عمر کا بیش بہا حصہ حصول علم کے بعد تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے لیے وقف کیا۔ اور یوں اپنے پیچھے تالیفات اور بیش قیمت کتابوں کا اثاثہ چھوڑ کر شائقین مطالعہ اور علمی ذوق رکھنے والوں پر احسان عظیم کا بار گراں ڈال کر اس دنیائے آب و گل سے رخصت ہوئے۔ ؏

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

یہ انتہائی خوش آئند بات ہے کہ صوبہ سرحد کے عام علماء کے عمومی مزاج کے برعکس موصوف نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو پسند کیا۔ اور رات دن کتابوں کی ورق گردانی کے ساتھ ساتھ مختلف زبانوں میں لکھی گئی عظیم الشان علمی دینی اور تاریخی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ آئیے ذرا ان کی کہانی ان کی اپنی ہی زبانی سنئے۔ موصوف ماہنامہ "پشتو" پشاور کے اعتراف نمبر میں بعنوان "زما طالب علمی او د ہندوستان سفر" یعنی میری طالب علمی اور سفر ہند رقمطراز ہیں[1]

۶ جنوری ۱۹۱۱ء بشب عید الفطر میری پیدائش تحصیل صوابی کے ایک چھوٹے سے قریہ "جھنڈا" میں ہوئی۔ اس مختصر گاؤں میں پرائمری سکول اور ڈاکخانہ بہت پہلے سے موجود تھے۔ قرب و جوار میں جتنے بھی شائقین علم ہوتے وہ تمام یہاں پر ہمارے گاؤں کے اس پرائمری سکول میں پڑھنے کے لیے آتے۔ پشتو اکیڈمی کے بانی اور اولین ڈائریکٹر مولانا عبدالقادر مرحوم بھی اسی مدرسہ کے مستفیضین میں سے تھے علاوہ ازیں میجر جنرل محمد شیر خان مرحوم بھی ہمارے ساتھ اسی مدرسہ کے سند یافتہ تھے۔

۱۹۱۷ء میں ہم نے اسی مدرسہ میں داخلہ لیا تھا اور ۱۹۲۱ء میں ہم نے پرائمری پاس کیا۔ اسی زمانہ میں لوگ تعلیم کو کوئی خاص اہمیت نہ دیتے تھے اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت اتنا زیادہ افلاس تھا کہ کسی میں اپنے بچوں کے لیے دو روپے پر سکول کی کتابیں تختی اور سیاہی خریدنے کی استطاعت نہیں تھی۔ ہمارے مدرسہ میں چار گاؤں سے آنے والے لڑکوں کی کل تعداد ۳۰، ۳۳ سے زیادہ نہ تھی۔

پرائمری تک سکول پڑھنے کے بعد مذہبی گھرانے کی روایات کے مطابق میرا اسی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور

---

[1] پشتو رسالہ "ماہنامہ پشتو" پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی اعتراف نمبر ج ۱۰ ص ۱۵۶ شمارہ ۱۰-۱۱

مذہبی تعلیم کے حصول کی طرف متوجہ ہوا۔ ہماری مسجد میں سابقہ ریاست امب کے ایک گاؤں کا عالم رہائش پذیر تھا۔ جوکہ فارسی نظم کے مشہور عالم اور فاضل صاحبزادہ غلام قادر صاحب ادینہ (ضلع صوابی) کے تلمیذ خاص تھے۔ اس سے میں نے (فارسی نظم میں) پنج گنج اور گلستان میں درس لیا۔ جب میں گاؤں سے باہر سفر کرنے کے قابل ہوا تو موضع زروبی نامی گاؤں کو اپنے ایک سرپرست کے ساتھ آیا۔ زروبی کا پرانا نام منارہ تھا۔ یہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ لیکن دریائے سندھ کے کنارے آباد ہونے کے باعث جب "دریاب غم" کا تاریخی سیلاب آیا تو دیگر بیشمار گاؤں کے ساتھ منارہ بھی زیر آب آیا۔ صرف چند گنتی کے افراد باقی بچ گئے تھے[1]

موضع زروبی میں بہت بڑے مشہور اور نامور علماء گزرے ہیں۔ اس وقت مولانا شریف اللہ صاحب جوکہ "مشر مولوی صاحب" کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ وہ زندہ تھے ۱۹۲۵ء میں ان کی عمر ۹۰ یا سو سال تھی۔ یہ ایک عظیم ہستی تھی دور دراز ملکوں سے علماء اور فضلاء آپ کے درس میں شرف تلمذ حاصل کرنے کے لیے بطور تبرک شرکت کرتے۔ تمام علوم و فنون مثلاً حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، فلسفہ، ریاضی، رمل، جفر، طب اور حساب وغیرہ میں یکتائے روزگار تھے[2] میں اس عظیم ہستی کے اکلوتے فرزند مولوی محمد[3] صاحب کا شاگرد تھا۔ علم صرف میں مراح الارواح اور نحو کی مشہور کتاب کافیہ ابن ماجہ صاحب اور اس کی شرح شرح جامی میں نے ان سے پڑھی۔ تبرک کے طور پر "مشر مولوی صاحب" نے بھی مجھے دو سبق پڑھائے تھے شرح جامی کے بعد میں نے ان سے علم منطق میں صغریٰ کبریٰ نامی رسالے

---

[1] موضع زروبی سابقہ منارہ کے تاریخی پس منظر پر ایک مبسوط علمی اور تحقیقی مقالہ از سمعانی الافاغنہ جناب قاضی عبدالحلیم صاحب اثر افغانی مرحوم راقم کی مرتب کردہ کتاب "حیات صدر المدرسین" میں مطالعہ کے قابل ہے۔ یہ کتاب بندہ نے اپنے والد صاحب مرحوم مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کی سوانح حیات اور حالات زندگی پر ترتیب دی ہے ——
۵۱۲ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب بقیمت ۱۲۰ روپے موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ علم تاریخ اور سوانح سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک بہترین ساتھی ہے۔

[2] آپ کا تعلق موضع کوٹھہ ضلع صوابی کے مشہور شیخ طریقت جناب سید امیر صاحب کے ساتھ تھا۔ جوکہ کوٹھہ ملا اور کوٹھہ باباجی کے عرف سے مشہور ہیں۔ کوٹھہ ملا صاحب تحریک مجاہدین کے زبردست حامی تھے، اور ان کی طرف سے اس علاقہ کے قاضی بھی تھے۔ چونکہ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید پر وہابیت کا فتویٰ لگایا گیا تھا۔ اس لیے ان کے ساتھی بھی وہابی کے لقب پر مشہور تھے۔ وہابیت سے عوام کی نفرت کی بناء پر مخالفین آپ (کوٹھہ ملا صاحب) اور ان کے متعلقین کے درپے آزاد ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے کوٹھہ ملا صاحب، صاحبزادہ عبدالرؤف اور مولوی شریف اللہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ کوٹھہ ملا صاحب اور مولوی شریف اللہ تو قاتلوں کے قاتل ہاتھوں میں پھنس نہ سکے اور مولوی عبدالرؤف شہید کر دیئے گئے۔

[3] آپ کا انتقال ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ اور اپنے ہی گاؤں زروبی میں آسودہ خواب ہیں۔

پڑھے۔ اور اس کے بعد منطق کی بنیادی کتاب مرقات بھی میں نے ان سے درس لیا۔ بعدازاں انہوں نے مجھے رائے دی کہ آپ ہندوستان کی کسی مستند درسگاہ کو چلے جائیں۔ جہاں پر آپ باقاعدہ طور پر درس نظامی کے فارغ التحصیل ہوجائیں۔

سنہ ۱۹۲۷ء میں اپنے تایازاد بھائی کے پاس دہلی کے سفر پر روانہ ہوا۔ وہ فتح پوری کے مدرسہ میں آخری سال کا طالب علم تھا۔ میں نے امتحان دینے کے بعد چوتھے درجے میں داخلہ لیا اسی مدرسہ اور غالباً دیگر مدارس میں درس نظامی کے لیے آٹھ درجے مقرر تھے۔ اس میں صرف و نحو، منطق، اقلیدس، حساب، میراث، فقہ، اصول فقہ اور آخر میں تفسیر اور حدیث کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ایک درجے سے دوسرے درجے میں ترقی کے لیے امتحان دینا ضروری ہوتا تھا۔ کامیابی کے بعد اس کو دوسرے درجہ میں ترقی دی جاتی تھی۔ میں نے فتح پوری کے مدرسہ میں چوتھے درجہ میں شرح جامی، نورالانوار، شرح وقایہ قصیدہ بردہ اور تاریخ الخلفاء وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ سال کے اختتام پر امتحان دینے اور کامیابی کے بعد پانچویں درجہ میں مجھے داخلہ ملا۔

غالباً پانچ چھ مہینے بعد میں خیرآبادی خاندان کے سلسلہ میں داخل ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جس وقت میں مرقات (منطق کا رسالہ) پڑھ رہا تھا۔ اس کی عبارت کی روانی اور سلاست نے مجھ پر بہت اثر کیا تھا۔ یہ کتاب جنگ آزادی کے مشہور مجاہد علامہ فضل حق خیرآبادی کے والدگرامی مولانا فضل امام خیرآبادی کی تصنیف ہے اور آج تک علم منطق کے طالب علموں کے لیے ابتدائی سیڑھی کا کام دیتی ہے (ویسے عربی زبان میں مرقات سیڑھی کو کہتے ہیں۔ گویا یہ کتاب اسم بامسمّیٰ ہے فافہم) دوسری بات یہ کہ فتح پوری کے مدرسہ میں جو استاد منطق اور فلسفہ کی تدریس پر مامور تھے۔ جن کا نام مولانا عبدالرحمن صاحب چشتی ٹونکی تھا۔ اس کی تقریر نے مجھ پر بہت اثر کیا تھا۔ ان سے میں نے ہدیہ سعیدیہ جس میں منطق طبعیات اور الٰہیات کے مسائل ہیں اور مولانا فضل حق خیرآبادی کی تصنیف ہے سے یہ رسالہ پڑھا تھا۔

فتح پوری میں ڈیڑھ سال گزارنے کے بعد حکیم برکات احمد ٹونکی جو کہ مولانا عبدالحق خیرآبادی اور نواب ٹونک کے معالج خاص تھے۔ ان کے تلمیذ رشید مولوی عبدالجلیل ٹونکی کے حلقہ درس میں شامل ہوا۔ اور منطق و فلسفہ قدیم و جدید، معانی فقہ، اصول تفسیر حدیث یہ تمام علوم میں نے ان سے پڑھ لیے۔ عام درس نظامی سے ہمارا درس کچھ مختلف تھا۔ لیکن مضامین تقریباً تمام ایک ہی تھے، البتہ منطق اور فلسفہ میں خیرآبادی خاندان کا بعض مسائل میں اپنا ایک مسلک ہے۔ جو ان کے تفردات میں سے ہے۔ استاد گرامی قدر نے جب مہاجر کی حیثیت سے پاکستان آتے تو پہلے پہل ضلع ہزارہ کے کھلابٹ نامی گاؤں کو جو کہ اب تربیلا ڈیم کے جھیل میں آیا ہے۔ اپنے ایک قاضی عبدالسبحان[1] صاحب کے پاس تشریف لاتے۔ مجھے اس نے پیغام بھیجا کہ فصوص الحکم اور اس کی شرح قاشانی مجھے بھیج دیں۔ میں نے تعمیل حکم

---

[1] آپ ۱۸۹۸ء کو موضع کھلابٹ ہری پور میں پیدا ہوئے۔ کوئی چھ ماہ تک دارالعلوم دیوبند میں بھی مولانا عبدالسمیع اور مولانا محمد ابراہیم بلیاوی کے علاوہ علامہ انور شاہ کشمیری سے استفادہ کیا۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ۲ مئی ۱۹۵۸ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ (تذکرہ علماء مشائخ سرحد)

کرتے ہوئے وہ کتابیں ان کو ارسال کیں۔ کچھ مدت بعد وہ مردان تشریف لائے اور یہاں پر فقر و استغناء کے دن گزار رہے تھے۔ بعض خاص لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ میں کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آخر ۱۹۶۳ء کو علم و عرفان کا یہ خزینہ مردان کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔

تکمیل اور عملی تربیت کے حصول کے لیے استاذ گرامی قدر کی اجازت سے میں اور جناب سید لطیف صاحب (میاں ڈھیری۔ صوابی) حکیم برکات احمد ٹونکی کے نامور شاگرد اور جانشین حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صاحب جمعیۃ العلماء ہند کے نائب صدر اور مشہور علمی اور سیاسی شخصیت کے مالک تھے۔ ان سے میں نے صحیح بخاری شریف ترمذی شریف مسلم شریف شرح مسلم الثبوت از مولانا عبدالحق خیرآبادی، ہدایہ آخرین شرح اشارات اور محاکمات جیسی منتہی کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد دہلی آئے دہلی میں ایک مخیر شخص حافظ محمد صدیق نے ہمیں رہنے کے لیے باڑہ ہندو راؤ میں جگہ دی۔ ۱۹۳۵ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے خطاط الحاج علی محمد خان صاحب فرخ آبادی جن کی عمر اس وقت نوے (۹۰) سال تھی سے میں نے خط نستعلیق سیکھنا شروع کیا۔ استاذ مرحوم قرول باغ میں رہائش پذیر تھے۔ جبکہ جامعہ بھی قرول باغ ہی میں واقعہ تھا۔ اس وقت شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین تھے۔

۱۹۳۸ء میں میں اپنے وطن واپس آیا۔ اور اپنے ساتھ تمام علوم میں ضرورت کی کتابیں لے آیا۔ ۱۹۳۹ء میں میری شادی ہوئی۔ کچھ مدت میں مطالعہ میں مصروف رہا اسی سال شام کے مشہور ادیب اور جنگ آزادی کے سرکردہ رہنما جناب امیر شکیب ارسلان کی کتاب کا پشتو میں ترجمہ کیا جس کا نام "مسلمانانو د زوال اسباب" یعنی (مسلمانوں کے زوال کے اسباب) ہے اپنے ہی خرچ سے اس کو شائع کی۔ اس کے بعد معززین کے مشورہ سے میں نے اپنے گاؤں کے مدرسہ میں اعزازی طور پہ کام شروع کیا۔ اور پھر چند دن بعد بحیثیت استاذ میری تقرری ہوئی۔ ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میں نے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اس سال پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی میں میرا تقرر بحیثیت مترجم السنہ شرقیہ ہوا۔ پشتو اکیڈمی کے بانی اور اولین ڈائریکٹر مولانا عبدالقادر کی رہنمائی میں میں نے سب سے پہلے ارسطو کی معرکۃ الآرا۔ کتاب ارسطائل پوئٹکس کا پشتو میں ترجمہ کتاب الشعر کے عنوان سے کیا اور طباعت کے بعد پشتو ایم اے کے نصاب میں یہ کتاب شامل کی گئی۔

اس کے بعد مولانا مرحوم (مولانا عبدالقادر) کے مشورہ سے میں نے علامہ شبلی نعمانیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کی کتاب سیرت النبیؐ کا پشتو میں ترجمہ کیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کی تمام جلدوں کا ترجمہ مکمل ہوا اور ۱۹۷۰ء میں اس کی پہلی جلد شائع ہوگئی۔ اس کے بعد سیرت الصحابہ کی دو جلدوں کا بھی ترجمہ کیا۔ اور اکیڈمی کے سہ ماہی رسالے کے لیے کئی مقالے لکھے۔ شیخ الرئیس ابن سینا کے ایک رسالے مخارج حروف کا ترجمہ میں نے کیا۔ جو پشتو رسالہ میں

قسط وار شائع ہوا۔ ۱۹۷۰ء میں مولانا عبدالقادر صاحب پشتو اکیڈمی کے اہتمام سے علیحدہ ہوئے۔

۶ جنوری ۱۹۷۱ء میں بندہ ساڑھے چودہ سال خدمت کرنے کے بعد اکیڈمی سے ریٹائر ہوا۔ اور یونیورسٹی کے قریب میں نے اپنا گھر تعمیر کرایا تاکہ میرے بچے یونیورسٹی سے استفادہ کرسکیں۔ میرا اکثر بسر اوقات مطالعہ میں ہوتا تھا۔ تواریخ حافظ رحمت[1] خانی کا ترجمہ بھی میں نے اسی گھر میں کیا ہے۔ جس کو پشتو اکیڈمی نے خان[2] روشن خان کے تعاون

---

[1] کتاب کے دیباچہ میں اس وقت کے ڈائریکٹر پشتو اکیڈمی پشاور جناب سید خیال بخاری تواریخ حافظ رحمت خانی کے متعلق لکھتے ہیں۔ "اصل کتاب خالص پشتو میں نہیں بلکہ مؤلف نے ایک انوکھی روش اختیار کی ہے وہ یہ کہ بیچ بیچ میں فارسی کے جملے بھی استعمال کرتا چلا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے فارسی زبان پر بھی اچھا عبور حاصل تھا بلکہ وہ وقت ہی ایسا تھا کہ فارسی زبان اپنی قدر و منزلت کے بلند ترین مدارج پر تھی۔ یورپ کی لاطینی زبان کی طرح بغیر فارسی یا عربی زبان جانے کوئی عالم کہلانے کا حق نہیں رکھتا تھا۔ اس لیے فارسی زبان اور علوم سے کما حقہ واقفیت ناگزیر تھی پشتو کے بہت سے اہل قلم اور شعراء کے بے شمار شاہکار فارسی زبان میں موجود ہیں۔ مگر پشتو تحریر میں اس طریقے پر فارسی کی آمیزش بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ پھر کمال یہ ہے کہ پشتو عبارت میں فارسی کے پیوند خلافِ توقع برے نہیں۔ بلکہ بڑے پرلطف لگتے ہیں۔ پشتو ایڈیشن میں تو ان کو بحال رکھنا ہی تھا مگر اردو ترجمہ میں پشتو اور فارسی دونوں کو ایک ہی زبان (اردو) کے سانچے میں ڈھال دیا گیا ہے۔ ترجمے کا ذکر آیا ہے تو دو ایک لفظ مترجم کے متعلق بھی عرض کر دیئے جائیں۔ کتاب کا ترجمہ مولوی محمد اسرائیل صاحب نے کیا ہے جو کہ پشتو اکیڈمی میں ایک طویل عرصہ تک مترجم کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کی شہرت آفاق تصنیف سیرۃ النبیؐ کے ترجمے کا حق انہوں نے ایسا ادا کیا ہے کہ باید و شاید۔ اب انہوں نے اس کتاب کا پشتو سے اردو ترجمہ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے کیا ہے اس کا اندازہ اہل زبان مجھ سے بہتر لگا سکتے ہیں۔

اپنی قوم کے اہل قلم علماء کے ہاتھوں جو چند ایک کتابیں لکھی گئی ہیں۔ وہ بہت ہی نایاب ہیں ان میں یہ کتاب تواریخ حافظ رحمت خانی بھی تھی۔ جو روہیلکھنڈ کے مرد مجاہد نواب حافظ رحمت خان کی سرپرستی میں لکھی گئی تھی، یہ بھی سالہا سال تک برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں پڑی رہی اس کا غلط یا صحیح ذکر تو بعض مستشرقین نے ضرور کیا مگر اصل کتاب ناقدر شناسی اور غفلت کی تاریکیوں میں طاقِ نسیاں میں پڑی رہی۔ پشتو اکیڈمی نے جب اس کی فوٹو سٹیٹ نقل برٹش میوزیم سے حاصل کی تو معلوم ہوا کہ ایک جواہر پارہ تھا جو پردیس میں برٹش میوزیم کے گمنام گوشے میں دوسری ایسی ہی کتابوں تلے دبا رہا اور اہل علم کی نظروں سے اوجھل رہا۔۔۔۔ اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کو دیکھ کر ایک یوسف زئی پختون (جو یوسف زئی قبیلہ کی ذیل شاخ مندنڑ سے متعلق ہیں) کی پختو جوش میں آگئی اور انہوں نے اس کتاب کے شائع کرنے کے لیے مالی امداد کی حامی بھر لی۔ پختون تاریخ کے یہ شیدائی قصبہ نواں کلی (مردان) کے غیور فرزند خان روشن خان ہیں۔ اس طرح پشتو اکیڈمی اس مخیر انسان کی فیاضی اور تاریخ پروری کی وجہ سے اس کتاب کو جلد شائع کرنے کے قابل ہوسکی ورنہ بصورت دیگر نجانے اہل شوق کو اور کتنا انتظار کرنا پڑتا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے شائع کرایا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پشتو میں ترجمہ کیا لیکن ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ یہ ہیں میری زندگی کے مختصر واقعات۔

آپ کے فرزند جناب نذیر احمد صاحب یوسفزئی سے جب بندہ نے اپنے والد مرحوم کے بارے میں سوانحی تذکرہ کے متعلق رابطہ کیا تو انہوں نے میرے استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا کہ نام :۔ (مولوی) محمد اسرائیل۔ والد صاحب کا نام : عبدالمجید۔ تاریخ پیدائش :۔ جھنڈا ضلع وتحصیل صوابی۔ تعلیم :۔ فاضل درس نظامی آنرزان پشتو۔ آنرزان اردو آنرزان عربک۔ سال ۱۹۵۵ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی میں بطور مترجم السنہ شرقیہ ملازمت اختیار کی۔ اس سے پہلے محکمہ تعلیم صوبہ سرحد سے وابستہ تھے۔ پشتو اکیڈمی میں سیرۃ النبیؐ مکمل سیرۃ الصحابہؓ کتاب الشعر (ارسطو کی مشہور تصنیف ارسٹائل پوئٹس کا پشتو میں ترجمہ کیا) جو کہ ایم اے پشتو کے کورس میں شامل ہے اس کے علاوہ سیرۃ النبیؐ کے مختلف حصوں کا پشتو ترجمہ کیا۔ آداب، واحد غزا، اخلاقِ نبوی، معجزات نبویؐ۔ عقائد و مدینے ہجرت، آفتابِ رسالت، دبدرغزا، عبادات، فتح مکہ، رحمت عالم اور اردو میں تعلیمات رسولؐ۔ علامہ شکیب ارسلان کی مشہور کتاب کا اردو سے پشتو میں ترجمہ کیا جس کا نام "مسلمانانو د زوال اسباب" ہے جو کہ پشتو آنرز کے کورس میں شامل ہے۔ پشتو اکیڈمی کے رسالے میں بیشمار مضامین اور مقالات لکھے۔ اسی طرح "جمہور اسلام پشتو" میں بھی آپ کے کئی مضامین شائع ہوئے۔ ریڈیو پاکستان سے بھی آپ کی کئی تقاریر نشر ہوئیں۔

تاریخ وفات :۔ ۹ / اکتوبر ۱۹۸۶ء پشاور شام سوا سات بجے بروز جمعرات۔ مدفین :۔ بمقام جھنڈا مورخہ ۱۰ / اکتوبر ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک بوقت ۱۰ بجے صبح۔ رحمہ اللہ

(بقیہ حاشیہ) —— اس کتاب کی بہت سی جلدیں پشتو تاریخ کے اس محسن نے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں میں مفت تقسیم کر دیں۔ (تواریخ حافظ رحمت خانی صـ ۲ تا ۴)

اس کتاب کے متعلق جناب عبدالہاشم خان (سابق) وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی اپنے پیغام میں لکھتے ہیں۔
"تواریخ حافظ رحمت خانی جو ایک بہت بڑی اہم تاریخی دستاویز ہے اور پشتو اکیڈمی کو برٹش میوزیم لندن سے ہاتھ آئی ہے یہ کتاب سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں (کابل سے) یوسف زئی اور دوسرے ملحقہ قبائل کی ہجرت اور دوبارہ آباد ہونے اور شیخ ملی کی مشہور تقسیم کے ذکر اذکار کی حامل ہے۔ یہ دراصل اس مشہور تاریخ افاغنہ کی تلخیص ہے جو خان کجو کی تاریخ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔"

(تواریخ حافظ رحمت خانی صـ ۶۵)

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرۂ کتب

مقالاتِ پشتو از شیخ الحدیث علامہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی مدظلہٗ ——— صفحات ۸۰

ملنے کا پتہ ! مفتی رشید احمد نقشبندی ، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ نقشبندی دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور صدر مفتی ہیں آپ کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے حدیث میں محدثانہ عظمتِ شان علم تفسیر میں مفسرانہ عظمتِ مقام، فقہ میں تخصص و امتیاز اور استحضار اور تصوف و سلوک میں منفرد امتیازی مقام سے نوازا ہے اسی طرح بحث و تحقیق، تصنیف و تالیف میں بھی بہترین صلاحیتوں اور مقبول علمی اور تحقیقی کاوشیں مرحمت فرمائی ہیں چنانچہ آپ کی بخاری اور ترمذی شریف کی عربی شروحات کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں پیشِ نظر تالیف مقالات آپ کی تازہ ترین فقہی کشکول ہے جس میں دورِ حاضر کے مروج مسائل کا حل بدعات و رسومات کا تعاقب اور انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں پیش آنے والے مختلف امور اور مسائل میں خالص دینی رہنمائی کی گئی ہے رسالہ مختصر ہونے کے باوجود علمی افادیت کے لحاظ سے بے حد نافع ہے ۔ پشتو زبان میں ہونے کی وجہ سے سرحد، بلوچستان اور افغانستان کے لوگوں کے لیے ایک گراں بہا تحفہ ہے امید ہے کہ برادرم مولانا مفتی رشید احمد صاحب اس کا پشتو میں ترجمہ کر کے اس کی افادیت کو مزید عام فرمائیں گے ۔

طلاق کے احکام (فتاویٰ عالمگیری مترجم حامل المتن جلد ۸) ترجمہ از مولانا محمد صادق مغل ـــ صفحات ۲۸۰

قیمت غیر مجلد ۹۲ مجلد ۱۰۴ ———

"قاضی نوید صادق معاون ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیری ——— اعوان ٹاؤن نئی آبادی

گرجا روڈ جی پی او راولپنڈی پوسٹ کوڈ ۴۶۰۰۰

اسلامی شریعت میں ارکانِ اسلام کی طرح نکاح و طلاق کے احکام کی اہمیت بھی مسلمہ ہے ان احکام پر زندگی بھر خاوند اور بیوی کے ازدواجی تعلقات کی حلت و حرمت کا مدار ہے ۔ اور یہ احکام جس قدر اہم ہیں اسی قدر نازک بھی ہیں اور پیچیدہ بھی ۔

اسلامی احکامات کی تفصیلات کے متعلق ماہرینِ اسلام نے خیر القرون اور اس کے مابعد قرنہا قرن تک جو محنت کی ہے اور کتاب و سنت، اجماع امت اور ان سے مستنبط قیاس کی روشنی میں اہل سنت والجماعت احناف نے جو معتمد

(بقیہ صـ۴۲ـ پر)

کوٹیشن

سرکاری گاڑی نمبر ۲۹۶۳- PRH ٹویوٹا لینڈ کروزر ڈیزل کے لیے سپیئر پارٹس اور مرمت کے لیے کوٹیشن درکار ہیں۔ سپیئر پارٹس لسٹ اور متعلقہ گاڑی محکمہ صحت کے ورکشاپ نزد پولیس لائن دفتری اوقات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

کوٹیشن رجسٹری سربمہر لفافے میں بنام ڈپٹی ڈائریکٹر سی۔ ڈی۔ سی۔ محکمہ صحت پشاور کو مورخہ ۳/۵/۹۲ تک پہنچ جانی چاہیئے جو کہ اسی روز کھولے جائیں گے۔

زیر دستخطی کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ وجہ بتلائے بغیر کوئی یا تمام کوٹیشن نامنظور کرے۔ کوٹیشن منظور ہونے کی صورت میں اصلی سپیئر پارٹس ۹۰ دن کے اندر سپلائی کرنے ہوں گے۔

ڈپٹی ڈائریکٹر (سی۔ ڈی۔ سی)

برائے ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز این ڈبلیو ایف پی

پشاور

۶۶۶ (P) NF 9

ٹینڈر نوٹس

سربمہر ٹینڈر برائے سپلائی راشن اور متفرق اشیاء برائے جوڈیشنل لاک اپ صوابی
مدت از ۱-۷-۹۲ تا ۳۰-۶-۹۳ تک زیر دستخطی کو درکار ہے۔ جو کہ مورخہ ۱۲-۴-۹۲
کو بوقت دن ۱۱-۳۰ تک وصول کئے جائیں گے جو کہ اسی دن ٹینڈر کے ساتھ شیڈول میں
مارک اشیاء کا نمونہ مہیا کیا جائے۔

انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات صوبہ سرحد پشاور مجاز ہے کہ وہ کسی بھی ٹینڈر کو ٹینڈر کے بھی
حصے کو بغیر وجہ بتائے منظور یا نامنظور کرے۔

ٹینڈر فارم اور متعلقہ معلومات زیر دستخطی کے دفتر سے دفتر اوقات کار میں بعوض مبلغ ۲۰/-
روپیہ نقد وصول کئے جائیں گے۔

ٹینڈر فارم ٹینڈر کھولنے کے دن فروخت نہیں کئے جائیں گے متعلقہ اشیاء کا نرخ دفتر ہذا
سے جاری کردہ شیڈول اور معیار کے مطابق دیئے جائیں۔

مالی حالت کا سرٹیفکیٹ جو کسی درجہ اول مجسٹریٹ کا تصدیق شدہ ہو۔

کال ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ برائے مبلغ ۲۰۰۰/- روپیہ، دو ہزار روپیہ ہے، زیر دستخطی کے
نام بحیثیت ارنسٹ منی جمع ہو۔

کلیرنس انکم ٹیکس سرٹیفکیٹ جو کہ انکم ٹیکس افیسر سے لیا گیا ہو۔

انکم ٹیکس کے کٹوتی قانون کے مطابق ٹھیکیداری کیا جائے گا۔

ٹینڈر بذریعہ رجسٹری ڈاک ارسال کئے جائیں دستی ٹینڈر قابل قبول نہیں ہوں گے۔

(ذین خان خلیل)
اسسٹنٹ کمشنر اینڈ سپرنٹنڈنٹ
جوڈیشنل لاک اپ ۔ صوابی

511 (P) 9NF

معیار کی بلند ترین پرواز
ایم ایف ٹی ایم
کے
فیشن فیبرکس
صبا
شرٹنگ
نایاب
پوپلین
ممتاز
پاپلین
بے مثال
لیلن
سوغات
شرٹنگ
شاہکار
لان
فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
M.F.T.M 4 60

UNITED

PID-I-30/69

مجموعی سرمایہ کاری اسکیم (CIP)

میں شامل ہو کر دوہرا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

- انہیں منافع کے بدلے اضافی یونٹ، رعایتی قیمت (۱۰ پیسے فی یونٹ کم) پر مل جاتے ہیں۔
- اس اسکیم کے تحت حاصل کردہ یونٹوں پر بھی آئندہ مالی سال میں انکم ٹیکس میں رعایت ملتی ہے۔ اس طرح بغیر کسی اضافی سرمایہ کاری کے انکم ٹیکس میں قوائد کے تحت چھوٹ حاصل کی جاسکتی ہے۔

جو یونٹ خریدار مجموعی سرمایہ کاری اسکیم سے فائدہ اٹھانا چاہیں وہ اپنے رجسٹریشن نمبر کے ساتھ ہمیں مالی سال کے اختتام یعنی ۳۰ جون سے پہلے مطلع کر دیں۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ قائم کیجیے:

این آئی ٹی سرمایہ کاری کا قابلِ اعتماد ادارہ

نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ لمیٹڈ

صدر دفتر: نیشنل بینک آف پاکستان بلڈنگ (چھٹی منزل)، پوسٹ بکس ۵۶۷۱ کراچی، فون ۵۹-۲۴۱۲۰۵۶

شاخیں: کراچی (آئی آئی چندریگر روڈ ۵۹-۲۴۱۲۰۵۶، طارق روڈ ۴۴۷۲۱۸، سوک سینٹر ۲۲۲۲۳۹، بیکن سکوائر صدر، بیک شہید روڈ ۵۰۵۶۸۳)، حیدرآباد ۳۱۶۹۳، سکھر ۸۳۳۴۵، لاہور (الفلاح ۳۰۱۸۱۰، گلبرگ ۸۷۵۳۷۹) گوجرانوالہ ۴۳۸۵۵، راولپنڈی ۹۷۲۱۷، اسلام آباد ۸۲۸۷۱، ملتان ۷۲۳۱۵، فیصل آباد ۲۷۸۵۶، ایبٹ آباد، پشاور ۷۳۸۴۸، کوئٹہ ۷۷۴۹۰، میرپور (آزاد کشمیر) ۲۲۴۷

NATIONAL INVESTMENT TRUST LTD.

•United

PID-1-19-8/90

ہم آپ ہی کی بہتر خدمت کے لئے آپکا تعاون چاہتے ہیں۔

نامزدگی

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں نامزدگی کا اندراج کرادیا ہے ؟ اگر نہیں تو مہربانی کرکے اب جلد کروادیں۔

پالیسی کی تفویض

جب پالیسی کسی کے نام تفویض کی جاتی ہے تو سابقہ ورثار کی نامزدگی منسوخ ہوجاتی ہے۔ اگر پالیسی دوبارہ آپکے حق میں منتقل ہو تو ورثار کی نامزدگی از سرِ نو کرانا نہ بھولیئے۔

مُقررہ مدّت میں واجب الادا پریمیم کی ادائیگی

اسٹیٹ لائف کی طرف سے ادائیگی کی یاددہانی باقاعدہ طور پر کرائی جاتی ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ کبھی کسی وجہ سے آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس لئے ادائیگی کی مقررہ تاریخ یاد رکھئے اور اپنا پریمیم ہمیشہ وقت پر، اور بہرصورت رعایتی مُدّت کے اندر ادا کردیجئے۔

پریمیم کی ادائیگی کا طریقہ

رسید بلاتاخیر حاصل کرنے کیلئے اپنا پریمیم اپنے علاقائی دفتر کو بذریعہ رجسٹری ڈاک، چیک کی صورت میں بھیجیے۔ چیک اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن آف پاکستان ہی کو قابلِ ادائیگی ہونا چاہیئے۔

پتہ کی تبدیلی

پتہ تبدیل ہونے کی صورت میں اپنے علاقائی دفتر کو مطلع کرنا نہ بھولئے اور تمام مراسلات میں اپنا پالیسی نمبر ضرور لکھئے۔

عُمر کا اندراج

کیا آپ نے اپنی پالیسی میں عُمر کا اندراج کرالیا ہے ؟ اگر نہیں تو براہِ مہربانی فوری اندراج کرالیجئے۔

اگر آپ کو ۱۵ دن کے اندر مراسلے کا جواب نہ ملے تو حسب ذیل پتے پر مطلع کریں۔

ایگزیکیٹو ڈائریکٹر (پی ایچ ایس)

اسٹیٹ لائف

انشورنس کارپوریشن آف پاکستان

پرنسپل آفس، پی۔او۔بکس نمبر ۵۷۲۵، کراچی

United

PID-I-2/82
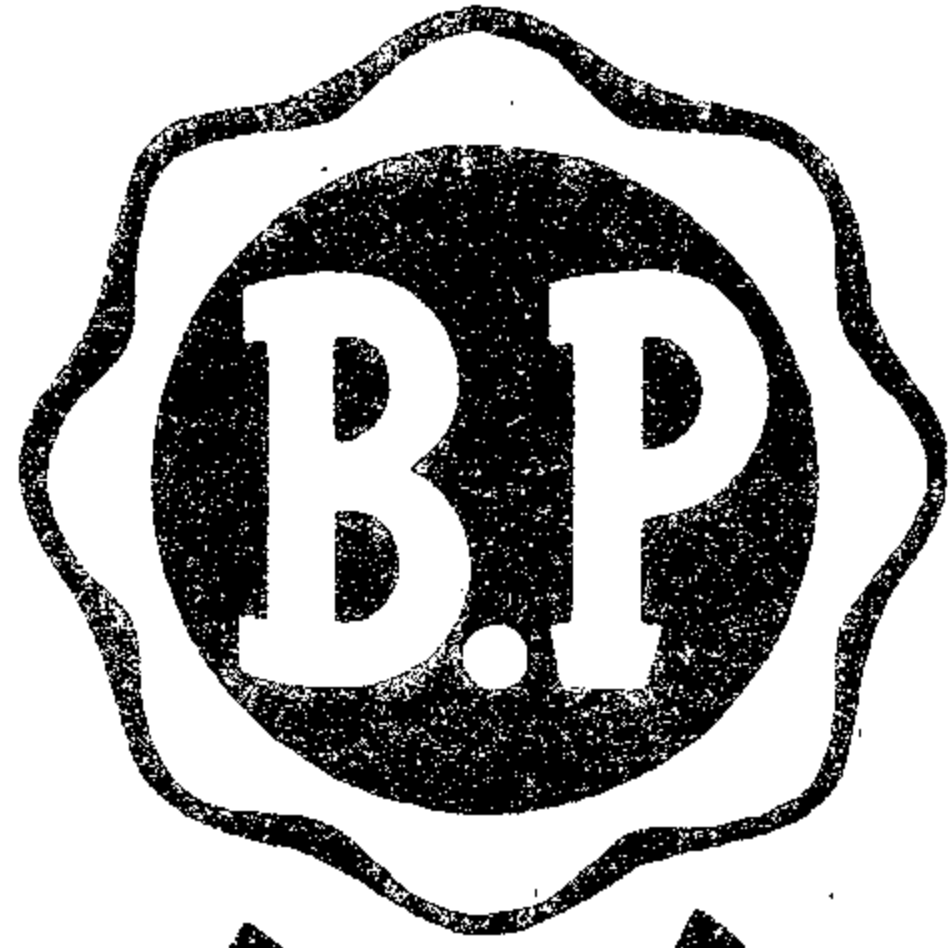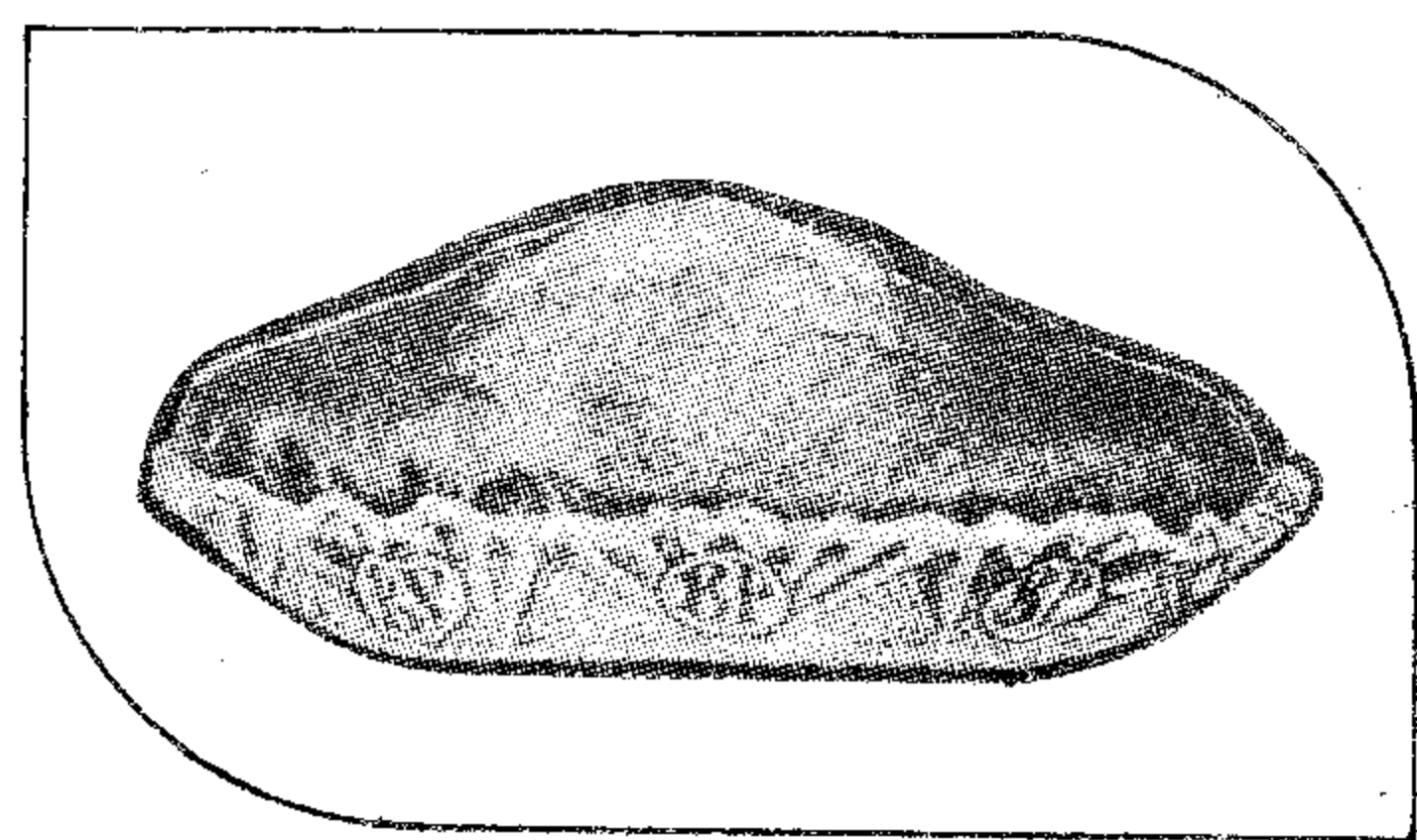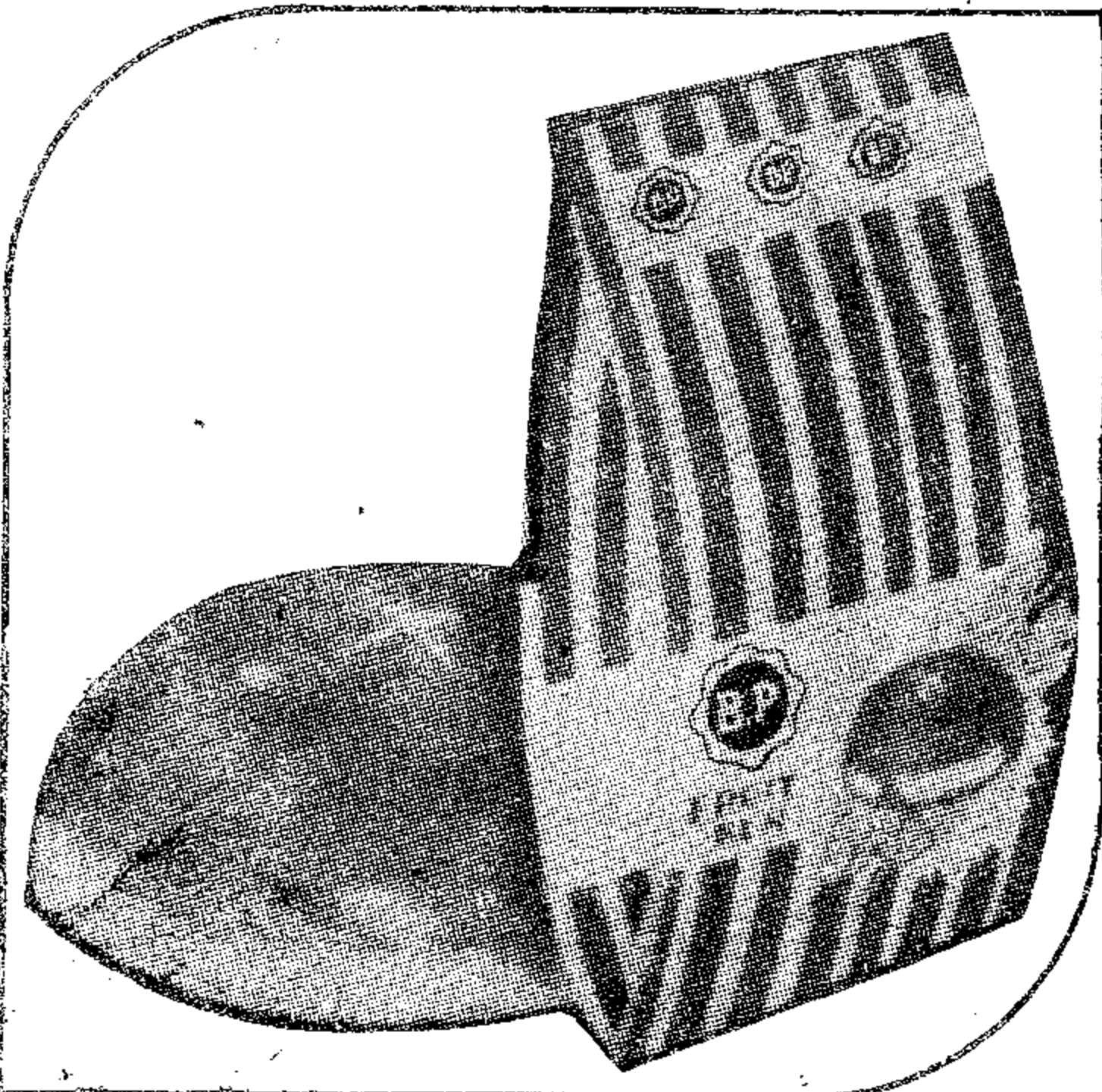
B.P
بی پی
ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ
• ڈبل روٹی
• فروٹ بن
• فروٹ کیک
B.P.D
بی پی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۵۱۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور
فون: ۴۱۶۸۳۲، ۴۱۶۸۳۷